ارکان اسلام

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

مقدمه

الحمد لله ، و الصلاۃ و السلام علی من لا نبی بعدہ ، نبینا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ، و بعد :

اسلام کی حقیقت کو واضح کرنے، دین کے ستون کو مضبوط کرنے اور امت کی ترقی میں اسلامی علوم کی اشاعت کا زبردست کردار رہا ہے ۔

جامعہ اسلامیہ بھی دعوت و تعلیم کے ذریعہ اسی عظیم مقصد کے حصول کے لئے کوشاں ہے اس کاز میں حصہ بٹاتے ہوئے جامعہ کے عمادہ علمی تحقیق نے بہت سے مفید علمی منصوبوں کی تیاری اور خاکہ سازی کی ہے ، جن میں اسلام اور اس کی خوبیوں سے

متعلق ٹھوس علمی تحقیقات کرانا اور ان کی اشاعت کرنا بھی شامل ھے ، تاکہ امت مسلمہ کے افراد کو دین اسلام ، عقیدۂ اسلام اور شریعت اسلامیہ کی صحیح ترین اور مدلل ترین معلومات فراھم کی جا سکیں ۔

" ارکانِ اسلام " کے عنوان سے موسوم یہ تحقیق بھی عمادہ کے ان علمی پروگراموں کا ایک حصہ ھے اس کی تیاری کی ذمہ داری جامعہ کے بعض تدریسی ارکان کے سپرد کی گئی پھر عمادہ کی علمی کمیٹی کو اس پر نظرثانی ، اس میں پائی جانے والی خامیوں کی اصلاح کرنے اور بہتر انداز میں اس کی اشاعت کا ذمہ دیا گیا ، اور اس بات کی بھر پور کوشش کی گئی کہ علمی مسائل کو کتاب و سنت کے دلائل کے ساتھ بیان کیا جائے ۔

اس تحقیق کے ذریعہ عمادہ اس بات کے لئے کوشاں ہے کہ امت مسلمہ کو مفید تر دینی معلومات مہیا کی جا سکیں ، اسی لئے اس نے اس کا عالمی زبانوں میں ترجمہ کروایا ، اس کی اشاعت کروائی اور اسے انٹرنیٹ پر بھی پیش کیا ہے ۔

ہم اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ مملکت سعودی عرب کی حکومت کو ان مساعی جمیلہ کا بہترین اور بھرپور بدلہ عطا فرمائے جو وہ اسلام کی اشاعت ، خدمت اور اس کے دفاع کے لئے کر رہی ہے ، اور اس تعاون اور سرپرستی کا بھی جو اس کی طرف سے اس جامعہ (یونیورسٹی) کو حاصل ہے۔

اللہ تعالی سے ہماری دعا ہے کہ اس تحقیق کو مفید بنائے ، عمادہ کے دیگر علمی منصوبوں کو بھی اپنے فضل و کرم سے منظر عام پر

لانے کی توفیق عطا فرمائے ، ہم سب کو اپنے پسندیدہ اور خوشنودی والے اعمال کی توفیق سے نوازے اور ہمیں ہدایت کی طرف بلانے والے اور حق کے مدد گار بنائے ۔

و صلی اللہ و سلم و بارک علی عبدہ و رسولہ نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ ۔

عمادۂ علمی تحقیق

پہلا رکن : لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینا

ان دونوں کی شہادت دینا اسلام میں داخلہ کا ذریعہ اور اس کا سب سے بڑا رکن ھے ، ان دونوں کی زبان سے ادائیگی اور ان کے تقاضوں پر عمل کرنے کے بعد ہی کسی کے مسلمان ھونے کا فیصلہ کیا جائے گا اور اس طرح کافر مسلمان ھو جائے گا ۔

١۔ لا إلہ إلا اللہ کی شہادت کا مطلب

لا إلہ إلا اللہ کی شہادت کا مطلب اس کے معنی کو جانتے ھوئے، اور اس کے تقاضوں پر ظاھرًا اورباطنًا عمل کرتے ھوئے اس کو زبان سے ادا کرنا ھے ، معنی جانے بغیر، اور اس کے تقاضوں کو پورا کئے بغیر صرف زبان سے اسکی ادائیگی بالاجماع فائدہ مند نہیں ھے،

(لا إلہ إلا اللہ)کا معنی ھے : تنہاکہ اللہ سبحانہ وتعالی کےسوا کوئی معبودبرحق نہیں۔

اس کلمہ کےدو رکن ہیں (نفی و اثبات) اللہ تعالی کےعلاوہ ہر ایک کے معبود ھونےسےانکار کرنا ، اور الوھیت کو صرف اللہ تعالی کےلئے ثابت کرنا جس کا کوئی ساجھی نہیں ، اسی طرح اس میں طاغوت سےکفر کرنا ، اس کو ناپسند کرنا اور اس سےبراءت کا اظہار کرنا بھی شامل ھے ، طاغوت سےمراد ہر وہ چیزھے جس کی اللہ تعالی کےعلاوہ عبادت کی جائے خواہ وہ انسان ھو ، پتھر ھو ، درخت ھو ، خواہش ھو ، شہوت ھو ، اور جو شخص کلمۂ توحید کو ادا کرے لیکن معبودان باطلہ کا انکار نہ کرے اس نےاس کلمہ کو ادا ہی نہیں کیا ۔

ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٣﴾ ﴾ (البقرة ١٦٣)

" اور تم سب کا معبود ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور مہربان ہے ۔ "

اور ارشاد ہے :

﴿ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٥٦﴾ ﴾ (البقرة ٢٥٦)

"دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں ، تحقیق ہدایت ضلالت سے روشن ہو چکی ہے ، اس لئے جو شخص طاغوت کا انکار کرے اور اللہ تعالی پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا

، جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالی سننے والا ، جاننے والا ہے "

" (الإله)" کا مطلب وہ ذات ہے جو حقیقی معبود ہو ، لهذا جو یہ عقیدہ رکھے کہ صرف اللہ تعالی ہی خالق ، رازق ، اور ایجاد کی قدرت رکھنے والا ہے اور صرف اتنا ہی ایمان کافی ہے اور عبادت کو صرف اللہ تعالی کی ذات کے لئے خالص نہ کرے اس کو لا الہ الا اللہ نہ دنیا میں اسلام میں داخلہ کا فائدہ دے گا اور نہ آخرت میں دائمی عذاب سے چھٹکارا دلائے گا ۔

فرمان الہی ہے :

﴿ قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَـٰرَ وَمَن يُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ ٱلْمَيِّتَ مِنَ ٱلْحَىِّ وَمَن يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ ٱللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾ ﴾(یونس ۰۳۱)

"آپ کہہ دیجیئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اورمردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے ؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ "اللہ" تو ان سے کہیئے کہ پھرتم کیوں نہیں ڈرتے۔

اور ارشاد باری ہے :

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ ﴾

(الزخرف ۰۸۷)

"اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انھیں کس نے پیدا کیا ؟تو یقینا یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے،

پھر یہ کہاں الٹے جا رہے ہیں ۔"

۲۔ کلمۂ توحید کی شرطیں

۱ ۔ نفی اور اثبات دونوں پہلوؤں سے اس کلمہ کے معنی سے واقفیت جو کہ جہالت کی ضد ہے ، اللہ تعالی کے سوا ہر ایک کی عبادت کا انکار اور عبادت کو صرف اسی کے لئے ثابت کرے جس کا کوئی شریک نہیں ۔ چنانچہ اس کے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

۲ ۔ یقین جو کہ شک کے منافی ہے ، یعنی کہ دل سے اس پر پوری طرح اطمینان کے ساتھ اس کے مدلول پر مکمل یقین رکھتے ہوئے انھیں ادا کرے ۔

۳ ۔ قبول کرنا جو کہ رد کرنے کے منافی ہے ، یعنی کلمہ کے

تقاضوں کو دل اور زبان سے قبول کرے ، خبروں کی تصدیق کرے ، احکام کی پابندی کرے ، جن سے بچنے کا حکم دیا گیا ان سے دور رہے ، اور نصوص کی تاویل کرے نہ ان کی تردید کرے ۔

۴ ۔اطاعت جو کہ چھوڑ دینے کے منافی ہے ، اس کلمہ کے مدلول کی ظاھر و باطن ہر حال میں اطاعت کرے ۔

۵ ۔ سچ ماننا جو کہ جھٹلانے کے منافی ہے ، بندہ دل سے اس کلمہ کی تصدیق کرتے ہوئے اسے ادا کرے ، اس طرح کہ اس کے دل و زبان ، اور ظاھر و باطن میں مطابقت رہے ۔

جو صرف زبان سے شہادت دے لیکن اس کا دل اس کے معنی کو جھٹلائے اس کے لئے اس طرح کی شہادت فائدہ مند نہ ہو گی جس طرح کہ منافقین کا حال تھا جو اپنی زبانوں سے

ایسی باتیں کہتے تھے جو ان کے دل میں نہ تھیں ۔

۶ ۔ اخلاص جو شرک کے منافی ھے ، یعنی بندہ عمل کی نیت کو ہر طرح کے شرک سے پاک رکھے ۔

ارشاد باری تعالی ھے :

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ ﴾ (البينة ۰۰۵)

"انھیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ تعالی کی عبادت کریں ، اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ۔"

۷ ۔ محبت جو بغض کے منافی ھے ، وہ اس طرح کہ اس کلمہ اس کے مدلول اور اس کے تقاضوں سے محبت رکھی جائے ، اور اس کلمہ کے ماننے والوں اور اس کی شرطوں کے ساتھ اس کی پابندی کرنے والوں سے محبت کی جائے ، اور جو چیزیں اس کے مخالف ہیں ان سے نفرت

رکھی جائے ، اس کی پہچان یہ ہے کہ اللہ تعالی کی ناپسندیدہ چیزوں سے نفرت کی جائے چاہے وہ دل کو کتنی ہی اچھی کیوں نہ لگیں ، اور جو اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم سے دوستی رکھے ان سے تعلقات رکھے جائیں اور جو اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم سے دشمنی کرے ان سے دشمنی رکھی جائے ۔

ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيٓ إِبْرَٰهِيمَ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ إِذْ قَالُواْ لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءَٰٓؤُاْ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةُ وَٱلْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُواْ بِٱللَّهِ وَحْدَهُۥٓ ﴾ (الممتحنة ٠٠٤)

"(مسلمانو) تمھارے لئے حضرت ابراھیم اور ان کے ساتھیوں میں

بہترین نمونہ ہے ، جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں ، ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں ، جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ، ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے بغض و عداوت ظاہر ہو گئی - "

نیز فرمان الہی ہے :

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ ٱللَّهِ ۖ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ﴾ (البقرة ١٦٥)

"بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیئے ، اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں - "

جو شخص اخلاص اور یقین کے ساتھ لا إلہ إلا اللہ کا اقرار کرے

اور گناھوں ، بدعات اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے شرک سے پرہیز

کرے اس کے لئے دنیا میں ھدایت ہے اور

(آخرت میں) عذاب سے امن ہے اور جہنم اس پر حرام ہو گی ۔

ان شرطوں کو مکمل کرنا بندے پر واجب ہے ، ان کے مکمل

کرنے کا مطلب ہے۔

ان کا بندے میں جمع ہونا اور ان کی پابندی کرنا ، ان کا زبانی یاد

کرنا ضروری نہیں ہے۔

یہ عظیم کلمۂ لا إلہ إلا اللہ یہی توحید الوھیت ہے ، اور یہ توحید

کی وہ سب سے اہم قسم ہے جس کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام

اور ان کی قوموں کے درمیان اختلاف ہوا ، اور اسی کو قائم کرنے کے لئے

رسول بھیجے گئے ، جیسا کہ ارشاد باری عز و جل ہے :

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ ٱعْبُدُواْ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُواْ ٱلطَّٰغُوتَ ﴾ (النحل ٠٣٦)

"ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو ۔ "

نیز فرمایا :

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَاْ فَٱعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ ﴾ (الأنبياء ٠٢٥)

"تجھ سے پہلے جو بھی رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو ۔ "

اور جب صرف توحید کہا جائے تو یہی قسم مراد ہوتی ہے ۔

توحید الوهیت کی تعریف : اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالی اپنی پوری مخلوق کا اکیلا معبود ہے اور صرف اسی کی عبادت کرنا ، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا ۔

توحید الوهیت کے نام : اس توحید کو توحید الوهیت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی بیناد " تألہ " انتہائی شدید محبت ۔ کو اللہ تعالی کے لئے خالص کرنے پر ہے ، اس کے مزید نام یہ ہیں :

أ ۔ توحید عبادت یا عبودیت ، اس لئے کہ یہ عبادت کو صرف اللہ تعالی کے لئے خالص کرنے کا نام ہے ۔

ب ۔ توحید ارادہ ، اس لے کہ یہ اعمال سے صرف اللہ تعالی کی

ذات کے مقصود ہونے پر قائم ہے ۔

ج ۔ توحید قصد ، اس لئے کہ یہ قصد کو خالص کرنے پر قائم ہے جو کہ صرف اللہ تعالی کے لئے عبادت کو خالص کرنے کا لازمی جز ہے۔

د ۔ توحید طلب ، اس لئے کہ یہ صرف اللہ تعالی سے طلب کرنے کا نام ہے ۔

ھ ۔ توحید عمل ، اس لئے کہ اس کی بنیاد اعمال کو اللہ تعالی کے لئے خالص کرنے پر ہے۔

توحید الوھیت کا حکم : توحید الوھیت بندوں پر فرض ہے ، اس کے بغیر اسلام میں داخلہ نہیں ھوتا ، اور نہ اس کا عقیدہ رکھے اور اس کے تقاضے پر عمل کے بغیر جہنم سے چھٹکارا ممکن

ہے ، بندے پر سب سے پہلا واجب اس کا عقیدہ رکھنا اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا ہے اور دعوت و تعلیم کا آغاز سب سے پہلے اسی سے ہونا چاہیئے اور جو اس کے سوا کچھ اور عقیدہ رکھے وہ صحیح نہیں ، اس کی فرضیت کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ تعالی نے مخلوق کو اسی لئے پیدا کیا ہے اور اسی غرض سے کتابیں نازل فرمائی ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ قُلْ إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ ٱللَّهَ وَلَآ أُشْرِكَ بِهِۦٓ ۚ إِلَيْهِ أَدْعُواْ وَإِلَيْهِ مَـَٔابِ ﴿٣٦﴾ ﴾(الرعد ٠٣٦)

"آپ اعلان کر دیجیئے کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالی کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ شریک نہ کروں ، میں

اسی کی طرف بلا رہا ہوں ، اور اسی کی جانب میرا لوٹنا ہے ۔"

اور فرمان الہی ہے :

﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاريات ٠٥٦)

"میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں"

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا :

" تم اہل کتاب کے ہاں جا رہے ہو ، لہذا سب سے پہلے انہیں یہ دعوت دو کہ لا إلہ إلا اللہ کی گواہی دیں ، اگر وہ تمہاری اس بات کو مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالی نے ان پر شب و روز میں پانچ نمازیں پڑھنا فرض کی ہیں ، اگر وہ تمہاری اس بات کو بھی مان لیں تب انہیں

بتاؤ کہ اللہ تعالی نے ان پر زکوۃ (کی ادائیگی) فرض کی ھے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں کو دی جائے گی ۔

۔ الحدیث

(اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ھے)

یہ توحید سب سے افضل عمل ھے اور گناھوں کو معاف کروانے کا سب سے بڑا ذریعہ ھے چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت عتبان رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ھے کہ " جس نے صرف اللہ تعالی کی خاطر لا إلہ إلا اللہ کہا اللہ تعالی نے اس پر (جھنم کی) آگ کو حرام کر دیا ھے " ۔

و ۔ کلمۂ توحید پر سارے رسول متفق ہیں ۔

سارے رسول بالاتفاق اپنی قوموں کو لا الہ الا اللہ کی دعوت دیتے تھے

اور اس سے روگردانی

کرنے سے ڈراتے تھے جیسا کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات میں بتایا گیا

ہے ۔

ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيۡهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدُونِ ﴿٢٥﴾ ﴾ (الأنبياء ٠٢٥)

"تجھ سے پہلے جو بھی رسول ھم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو ۔ "

نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے کلمۂ توحید کی طرف دعوت دینے میں سارے انبیاء کے اتفاق کو ایک مثال کے ذریعہ بیان کیا ہے

فرمایا کہ سارے انبیاء سوتیلے بھائی ہیں - ان کی مائیں الگ الگ ہیں لیکن ان سب کا دین ایک ہے - اس طرح سارے انبیاء کا دین ایک ہی ہے جو کہ توحید ہے اگر چہ شرعی احکام کی جزئیات میں اختلاف پایا جاتا ہے جس طرح کہ ایک شخص کے بہت سے بچوں کی مائیں مختلف ہو سکتی ہیں لیکن ان سب کا باپ ایک ہی ہوتا ہے -

۳- محمد رسول اللہ کی گواہی کا مطلب

ا - محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی رسالت کی شہادت کا مطلب ہے جن باتوں کا آپ نے حکم دیا ہے انھیں بجا لانا، جن باتوں کی خبر دی ہے انھیں سچ ماننا ، جن چیزوں سے روکا ہے

ان سے بچنا ، اور صرف آپ کی بتائی ہوئی شریعت کے مطابق اللہ تعالی کی عبادت کرنا ۔

محمد صلی اللہ علیہ و سلم اللہ کے رسول ہیں اس بات کی گواہی اس ایمان اور یقین کامل سے ادا ہوگی کہ محمد صلی اللہ علیہ و سلم اللہ تعالی کے بندے اور اس کے رسول ہیں جنھیں اللہ تعالی نے سارے انسانوں اور جنات کی طرف مبعوث کیا ہے اور یہ کہ آپ سب سے آخری پیغمبر اور رسول ہیں ۔ اور اللہ تعالی کے انتہائی محبوب بندے ہیں ۔ خدائی کی کوئی صفت آپ کو حاصل نہیں ، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا ، آپ کے احکام کا احترام کرنا، اور قول و فعل اورعقیدہ میں آپ کی سنت کی پابندی کرنا ۔

ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ﴾ (الأعراف ١٥٨)

"آپ کہہ دیجیئے کہ اے لوگو ، میں تم سب کی طرف اللہ تعالی کا بھیجا ہوا ہوں ۔ "

نیز ارشاد ہے :

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَـٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ﴿٢٨﴾ ﴾ (سبأ ٠٢٨)

"ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ۔"

اور فرمایا :

﴿ ما كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَـٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ﴾ (الأحزاب ٠٤٠)

"(لوگو) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد (صلی اللہ علیہ

و سلم) نہیں ، لیکن آپ اللہ تعالی کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں - "

اور ارشاد ربانی ہے :

﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولاً ﴾ (الإسراء ٠٩٣)

"آپ کہہ دیجیئے کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک انسان ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں- "

اس میں کئی باتیں شامل ہیں :

پہلی بات : آپ کی رسالت کا اقرار کرنا اور دل کی گہرائیوں سے اس کو ماننا -

دوسری بات : زبان سے کھلم کھلا اس کو ادا کرنا اور اس کا

اعتراف کرنا ۔

تیسری بات : آپ کی پیروی کرنا اس طرح کہ آپ جو حق لے کر تشریف لائے ہیں اس پر عمل کرنا اور جن باطل امور سے آپ نے منع کیا ھے ان کو چھوڑ دینا ۔

ارشاد باری تعالی ھے :

﴿ فَـَٔامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِىِّ ٱلْأُمِّىِّ ٱلَّذِى يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَـٰتِهِۦ وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٨﴾ ﴾ (الأعراف ١٥٨)

" سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امي پر جو کہ اللہ تعالی پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آجاؤ۔ "

چوتھی بات : جن باتوں کی آپ نے خبر دی ان کی تصدیق کرنا ۔

پانچویں بات : اپنی جان ، مال ، اولاد ، ماں باپ ، اور سارے لوگوں سے زیادہ آپ سے محبت کرنا ، اس لئے کہ آپ اللہ تعالی کے رسول ہیں ، اور آپ سے محبت کرنا اللہ تعالی سے اور اللہ تعالی کی خاطر محبت کرنا ہے ۔

آپ کی حقیقی محبت یہ ہے کہ آپ کے احکام کی بجاآوری ، اور آپ کے منع کردہ امور سے اجتناب میں آپ کی پیروی کی جائے ۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ﴾ (آل عمران ۰۳۱)

"کہہ دیجیئے ، اگر تم اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف

فرما دے گا ۔"

اور آپ صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد ہے :

" تم میں سے کوئی اس وقت تک مکمل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے ماں باپ ، اس کے بال بچوں اور سارے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔ متفق علیہ اس کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں ۔

اور ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ فَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِهِۦ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَٱتَّبَعُواْ ٱلنُّورَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ ۙ أُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ۝١٥٧ ﴾ (الأعراف ١٥٧)

"سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے ہیں اور ان کی حمایت کی اور ان کی مدد کی اور اس نور کا اتباع کیا ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا

ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں - "

چھٹی بات : یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی سنت قرآن کریم ہی کی طرح اسلامی قانون کا ماخذ ہے ، اور وہ عقل کے مخالف نہیں ہو سکتی -

ساتویں بات : آپ کی سنت پر عمل کرنا ، آپ کی بات کو ہر ایک کی بات پر مقدم رکھنا ، آپ کی اطاعت کرنا ، آپ کی شریعت کو نافذ کرنا اور اس کو پسند کرنا -

ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ ﴾ (النساء ٠٦٥)

"سو قسم ہے تیرے پروردگار کی ، یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں ،پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں - "

۴- شہادتین کی فضیلت

کلمۂ توحید کی بڑی فضلیتیں ہیں جو کتاب و سنت کے نصوص سے ثابت ہیں ان میں سے یہ ہیں :

أ - وہ اسلام کا پہلا رکن ، دین کی اصل ، اور ملت کی بنیاد ہے ، سب سے پہلے اسی کے ذریعہ بندہ اسلام مین داخل ہوتا ہے اور اسی کی وجہ سے زمین اور آسمان قائم ہیں -

ب ۔ اس کو قائم کرنے میں اللہ تعالی کی توحید اور نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی شریعت کا نفاذ دونوں جمع ھو جاتےہیں ۔

ج ۔ " لا إلہ إلا اللہ "کہنا سب سےافضل عمل ، اور گناھوں کی معافی کا سب سےبڑاسبب ، اور قیامت کےدن (نامہ اعمال کے) ترازوکےبھاری ھونےکا سب سےبڑا ذریعہ ہے اسی طرح وہ جنت میں داخلہ اور جہنم سےنجات کا ذریعہ اور سبب ہے ، اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا إلہ إلا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو لا إلہ إلا اللہ کا پلڑا بھاری ھو جائیگا ۔

(امام مسلم نےحضرت عبادہ سےمرفوعا روایت کیا ہے کہ)

"جس نےیہ گواہی دی کہ اللہ تعالی کےسواکوئی معبود برحق نہیں

اورمحمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے بندے اور اس کے رسول ہیں

اس پر اللہ تعالی نے جہنم کی آگ کو حرام کر دیا ہے ۔"

ھ ۔ اس میں ذکر ، دعا اور ثناء سب جمع ھو گئی ہیں ، اور وہ

دعائے عبادت اور دعائے سوال دونوں پر مشتمل ہے ، وہ سب سے

زیاد دھرایا جانے والا ذکر ، اور سب سے زیادہ آسان ہے ۔ چنانچہ

وہی کلمۂ طیبہ مضبوط حلقہ ، اور کلمۂ اخلاص ہے اور اسی کی

خاطر آسمان و زمین قائم ہیں ، اور اس کی خاطر مخلوق پیدا کی گئ

، رسول بھیجے گے ، کتابیں نازل کی گئیں ، اور اسی کی تکمیل کے لئے

سنت اور فرض مقرر کۓ گۓ ، اسی کی خاطر جہاد کی تلواریں سونتی

گئیں ، چنانچہ جو کوئی صدق و اخلاص کے ساتھ قبول کرتے ہوۓ

اور محبت رکھتے ہوۓ اسے ادا کرے اور اس پر عمل کرے ۔

بھی اسے صدق و اخلاص کے ساتھ قبول کرتے ہوئے اورمحبت کرتے ہوئے ادا کرے اور اس پر عمل کرے ، اس کے جیسے بھی اعمال ہوں ان کے ساتھ اس کو یہ کلمہ جنت میں داخل کروا دے گا ۔

دوسرا رکن : نماز

نماز کا مرتبہ ساری عبادتوں سے بلند تر اور اسکی دلیل سب سے زیادہ روشن ہے، اسلام نےاس کو بہت اہم درجہ دیا ہے چنانچہ دیگر عبادات کےدرمیان اس کی فضیلت اورمقام کو اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ بندہ اور پروردگار کےدرمیان واسطہ ہے جس کےذریعہ بندے کی اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار ہوتا ہے ۔

نماز کی تعریف :

لغۃ : عربی زبان میں " الصلاۃ " دعا کو کہتےہیں ، اسی معنی میں ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ﴾ (التوبة ۱۰۳)

"اور ان کے لئے دعا کیجئے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے"۔

اصطلاحا : وہ عبادت جو چند خاص کلمات اور افعال پر مشتمل ہوتی ہے تکبیر سے شروع ہوتی ہے اور سلام پر ختم ہوتی ہے ۔

کلمات سے مراد : تکبیر ، قراءت ، تسبیح ، دعا وغیرہ ہیں ۔

اور افعال سے مراد : قیام ، رکوع ، سجدہ ، اور قعدہ وغیرہ ہیں ۔

انبیاء اور رسولوں کے نزدیک نماز کی اہمیت :

نماز ان عبادتوں میں سے ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے پہلے کے آسمانی مذاہب میں بھی فرض تھی ، چنانچہ ابراہیم علیہ

السلام اللہ تعالی سےاس بات کی دعا مانگ رہے ہیں کہ انھیں اور ان کی اولاد کو نماز قائم کرنےوالا بنا دے ۔

﴿ رَبِّ ٱجۡعَلۡنِي مُقِيمَ ٱلصَّلَوٰةِ وَمِن ذُرِّيَّتِيۚ ﴾ (إبراهيم ٠٤٠)

"اے میرے پالنے والے، مجھےنماز کا پابند رکھ اور میری اولاد سے بھی "۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنےگھر والوں کو نماز کا حکم دیتے تھے :

﴿ وَكَانَ يَأۡمُرُ أَهۡلَهُۥ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ ﴾ (مريم ٠٥٥)

" اور اپنے گھر والوں کو برابر نماز کا حکم دیتے تھے "۔

اللہ تعالی حضرت موسی علیہ السلام کو مخاطب کرکےفرماتےہیں ۔

﴿ إِنَّنِيٓ أَنَا ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدۡنِي وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِذِكۡرِيٓ ﴿١٤﴾ ﴾ (طه ٠١٤)

"بیشک میں ہی اللہ ھوں ، میرے سوا عبادت کے لائق اور کوئی نہیں ، پس تو میری ہی عبادت کر ، اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ "۔

اور حضرت عیسی علیہ السلام کو بھی اس کی تاکید فرمائی ، ارشاد فرمایا ھے :

﴿ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَـٰنِي بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ ﴾ (مریم ۰۳۱)

"اور اس نے مجھے بابرکت کیا جہاں بھی میں ھوں ، اور اس نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ھے جب تک بھی میں زندہ رھوں "۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالی نے معراج کی شب آسمان پر نماز فرض فرمائی ، ابتداء میں پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں پھر صرف پانچ باقی رکھی گئیں اس طرح ادائیگی میں پانچ اور ثواب میں

پچاس ہیں -

اور پانچ نمازیں یہ ہیں : فجر ، ظہر ، عصر ، مغرب ، عشاء ، اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اب یہی حکم ہے -

فرضیت کے دلائل :

نماز کی فرضیت کے بہت سے دلائل ہیں ، جن میں سے چند یہ ہیں-

نمبر ۱ : قرآن مجید کے دلائل :

ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ ﴾ (البقرة ٠٤٣)

" اور نماز کو قائم کرو اور زکوۃ دو "-

ارشاد ربانی ہے :

﴿ إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ كَانَتْ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ كِتَـٰبًا مَّوْقُوتًا ﴿١٠٣﴾ ﴾ (النساء

(۱۰۳

" یقینا نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ھے " ۔

فرمان باری تعالی ھے :

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤۡتُواْ ٱلزَّكَوٰةَۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلۡقَيِّمَةِ ۝٥ ﴾ (البينة ٥٠٠)

"انھیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ تعالی کی عبادت کریں ، اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ، ابراھیم حنیف کے دین پر ، اور نماز کو قائم رکھیں اور زکاۃ دیتے رہیں یہی ھے دین سیدھی ملت کا " ۔

نمبر ۲ : حدیث نبوی کے دلائل

۱ ۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ و سلم نے فرمایا :

" اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے :اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ، اور محمد صلی اللہ علیہ و سلم اللہ کے رسول ہیں ، نماز قائم کرنا ، زکوۃ ادا کرنا ، بیت اللہ کا طواف کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا " (متفق علیہ)

۲ - عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ، اور محمد صلی اللہ علیہ و سلم اللہ کے رسول ہیں ، نماز قائم کرو ، زکوۃ ادا کرو ، رمضان کے روزے رکھو ، اور استطاعت ہو تو بیت للہ کا حج کرو "۔

(اس کو امام مسلم نے روایت کیا ھے)

۳ - حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے ھوئے فرمایا :

"انھیں (اہل یمن کو)صرف ایک اللہ تعالی کے معبود برحق ھونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی کی دعوت دو ، اگر وہ اسے مان لیں تو انھیں بتاؤ کہ اللہ تعالی نے شب و روز میں پانچ نمازیں ان پر فرض کی ہیں ---- متفق علیہ -

نمبر۳ : اجماع

سارے مسلمانوں کا پنج وقتہ نمازوں کے فرض ھونے پر اجماع ھے -

فرضیت کی حکمت :

نماز کی فرضیت کے پیچھے بہت سی حکمتیں اور فوائد ہیں جن میں

سے چند کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے -

کو احساس دلانا کہ اللہ تعالی ہی اس کا معبود اور مالک ہے -

چنانچہ نماز کے ذریعہ بندہ بندگی کو محسوس کرتا اور ہمیشہ اپنے خالق

سے جڑا رہتا ہے -

نمازی کو مستقل اللہ تعالی سے جوڑ دیتی ہے اور ہمیشہ اللہ تعالی کی یاد

دلاتی ہے- نمازی کو برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے ، اسی

طرح وہ گناہوں اور برائیوں سے صاف دینے کا ایک بڑا سبب ہے -

اس کی دلیل حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث

ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

" نمازوں کی مثال تم میں سے کسی کے دروازے پر بہتی نہر کی سی ھے جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ نہاتا رہتا ھے " ۔(اس کو امام مسلم نے روایت کیا ھے ۔)

نماز دل کا سکون ، اور روح کے لئے آرام اور ان مصائب سے چھٹکارے کا ذریعہ ھے جو اس کے لئے باعث پریشانی ہوتے ہیں اسی لئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی اور ہر پریشانی میں آپ اسی کی طرف لپکتے تھے ،یہاں تک آپ فرماتے تھے :

" بلال ، نماز کے ذریعے ھمیں آرام پہنچاؤ " ۔

(اس کو امام احمد نے روایت کیا ھے)

نماز کن پر فرض ہوتی ہے ؟

ہر بالغ عقلمند مسلمان مرد و عورت پر نماز فرض ہے - چنانچہ کافر پر فرض نہیں یعنی دنیا میں اس سے نماز پڑھنے کو نہیں کہاجائیگا اس لئے کہ کفر کے ساتھ نماز نہیں ہوتی ہے ، لیکن آخرت میں اس کی باز پرس ضرور ہو گی اس لئے کہ اسلام قبول کرکے وہ نماز ادا کر سکتا تھا لیکن اس نے نہیں کیا - اس کی دلیل یہ ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتَّى أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ ﴾ (المدثر ٤٢-٠٤٧)

"تمھیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا ، وہ جواب دیں گے کہ ھم نمازی نہ

تھے ، نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم بحث کرنے والے (انکاریوں) کا ساتھ دے کر بحث مباحثہ میں مشغول رہا کرتے تھے اور روز جزا کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی " ۔

اسی طرح چھوٹے بچے پر فرض نہیں اس لئے کہ وہ مکلف نہیں ہے ، یہی حکم پاگل کا بھی ہے ، اور نہ ہی حالت حیض میں عورت پر فرض ہے ، اس لئے کہ ناپاکی کی مجبوری کی وجہ سے شریعت نے انھیں چھوٹ دی ہے ، بچے کے سرپرست پر ۔خواہ مرد ہو یا عورت ۔ واجب ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دیں اور دس سال کا ہو جائے تو نماز پڑھنے کے لئے ماریں ، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے تا کہ نماز کی ادائیگی اور پابندی کی عادت پڑے ۔

نماز چھوڑنے والے کا حکم :

جو نماز چھوڑ دے اس نے ایسے کفر کا ارتکاب کیا جو دین سے خارج کر دیتا ہے لھذا وہ مرتد مانا جائے گا اس لئے کہ اس نے فرض کو ترک کرکے گناہ کیا ہے ۔ اب اس کو توبہ کا حکم دیا جائے گا یا تو توبہ کرکے پابند ہو جائے ورنہ مرتد ہو گا اسے مرنے کے بعد نہلانا ، کفن دینا ، اس کی نماز جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کرنا جائز نہیں اس لئے کہ وہ مسلمان نہیں رہتا ۔

نماز کی شرطیں :

١ ۔ مسلمان ہونا

٢ ۔ صاحب عقل ہونا

۳ ۔ سن بلوغ کو پہنچنا

٤ ۔ نماز کا وقت ھونا

۵ ۔ نیت کرنا

۶ ۔ قبلہ رخ ھونا

۷۔ستر عورت ، (قابل شرم اعضاء کو چھپانا) مرد کے لئے ناف سے گھٹنے تک کا حصہ ستر ھے ، اور عورت کا مکمل جسم ستر ھے سوائے چہرہ اور ہتھیلیوں کے ، وہ بھی صرف نماز میں ۔

۸۔ نمازی کے کپڑوں ، جسم اور نماز گاہ سے نجاست کا دور کرنا ۔

نماز کے اوقات :

۱۔ ظہر کا وقت زوال آفتاب ۔ سورج کے درمیان آسمان سے

مغرب کی جانب جھک جانے - سے لے کر اس وقت تک ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے ایک مثل (برابر) ہو جائے -

۲ - عصر کا وقت : ظہر کے وقت کے ختم ہونے کے بعد سے اس وقت تک ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے دو گنا ہو جائے جب کہ سورج پیلا پڑنے لگتا ہے -

۳- مغرب کا وقت : سورج کے غروب ہونے کے بعد سے شفق احمر کے غائب ہو جانے تک ہے ، شفق احمر اس سرخی کو کہتے ہیں جو سورج غروب ہونے کے بعد نظر آتی ہے -

۴- عشاء کا وقت : مغرب کے وقت کے ختم ہونے کے بعد سے آدھی رات تک ہے -

۵ - فجر کا وقت : صبح صادق سے سورج طلوع ھونے تک ہے - اس کی دلیل حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

" ظہر کا وقت سورج کے زوال سے ہے اس وقت تک جب آدمی کا سایہ اس کے برابر لمبا نہ ھوجائے اور عصر کا وقت نہ آجائے - اور عصر کا وقت سورج کے ڈوب جانے تک ہے - اور مغرب کا وقت شفق (لالی) کے ڈوبنے تک ہے اور عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے اور صبح کی نماز کا وقت صبح صادق کے نکلنے کے بعد سے سورج نکلنے تک ہے ، جب سورج نکل آئے تو نماز سے رک جاؤ - - -الخ)

(اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)

نمازوں کی رکعتیں :

تمام فرض نمازوں کی تعداد سترہ رکعتیں ہیں جو یوں ہیں۔

ظہر : چار رکعتیں

عصر : چار رکعتیں

مغرب : تین رکعتیں

عشاء : چار رکعتیں

فجر : دو رکعتیں

جو ان رکعتوں میں جان بوجھ کر کمی یا زیادتی کرے گا اس کی نماز باطل ہے اور اگر بھول چوک ہو جائے تو سجدہ سہو سے اس کی تلافی کرے گا ۔

یہ نمازیں مقیم کے لئے ہیں : مسافر کے لئے مسنون ھے کہ وہ چار رکعتوں کو قصر کرکے دو ہی پڑھے ، ان نمازوں کو ان کے مقررہ اوقات میں پڑھنا ضروری ھے الا یہ کہ کوئی شرعی عذر ھو جیسے سو جائے ، بھول جائے یا سفر میں ھو ، چنانچہ جو کسی نماز کے وقت سوتا رہ جائے یا بھول جائے اس پر لازم ھے کہ یاد آتے ہی اس نماز کو پڑھے۔

نماز کے فرض :

١۔ قیام (اگر ھو استطاعت ھو تو کھڑے ھو کر ادا کرنا)

٢ ۔تکبیر تحریمہ ۔

٣ ۔ سورہ فاتحہ پڑھنا ۔

۴ ۔رکوع کرنا ۔

۵ ۔رکوع سے سر اٹھانا ۔

۶ ۔سات اعضاء پر سجدہ کرنا ۔

۷ ۔دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا ۔

۸ ۔قعدۂ اخیرہ ۔ قعدہ کے لئے بیٹھنا ۔

۹ ۔ان ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا ۔

۱۰ ۔ان ارکان کو ترتیب سے ادا کرنا ۔

۱۱ ۔سلام پھیرنا ۔

نماز کے واجبات :

نماز کے واجبات آٹھ ہیں :

پہلا : تکبیر تحریمہ کے علاوہ ساری تکبیرات انتقال (ایک عمل سے دوسرے عمل کی طرف جاتے ہوئے اللہ اکبر کہنا) ۔

دوسرا : " سمع اللہ لمن حمدہ " کہنا یہ امام اور منفرد کے لئے واجب ہے ۔ مقتدی اسے نہیں کہے گا ۔

تیسرا : " ربنا و لک الحمد " کہنا یہ امام ، مقتدی اور منفرد سب کے لئے واجب ہے ۔

چوتھا : رکوع میں " سبحان ربی العظیم " کہنا ۔

پانچواں : " سجدہ میں سبحان ربی الاعلی " کہنا ۔

چھٹا : دونوں سجدوں کے درمیان " ربی اغفر لی " کہنا ۔

ساتواں : پہلا تشہد جو کہ یوں ہے ۔

" التحیات للہ و الصلوات و الطیبات ، السلام علیک أیھاالنبی و رحمۃ

اللہ و برکاتہ ، السلام علینا و علی عباداللہ الصالحین ، أشھد أن الا اللہ ، و أشھد أن محمدا عبدہ و رسولہ ۔ "

"ساری قولی ، عملی اور مالی عبادتیں صرف اللہ تعالی ہی کےلئےہیں ، اے نبی آپ پر اللہ کی سلامتی ، رحمت اور برکتیں ھو ، ھم پر اور اور اللہ تعالی کےنیک بندوں پر بھی سلامتی ھو ، میں گواہی دیتا ھوں کہ اللہ تعالی کےسوا کوئی معبود برحق نہیں ، اور میں گواہی دیتا ھوں کہ محمد اس کےبندے اور رسول ہیں ۔"

تشہد کےاس سےملتےجلتےدیگر الفاظ بھی وارد ہیں ۔

آٹھواں : پہلےتشہد کےلئےبیٹھنا ۔

جو شخص جان بوجھ کر ان میں سےکسی واجب کو چھوڑ دے اس کی نماز باطل ھو جائےگی ، اور جس سےبھول کر یا لاعلمی کی

وجہ سے چھوٹ جائے وہ سجدہ سہو کرے گا ۔

نماز باجماعت :

مسلمان مرد کو چاہیئے کہ اللہ تعالی کی رضامندی اور ثواب کی خاطر پانچوں نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرے ، باجماعت نماز تنہا نماز سے ستائیس درجے بہتر ھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

"صلاۃ الجماعۃ أفضل من صلاۃ الفذ بسبع و عشرین درجۃ"

"باجماعت نماز تنہا نماز سے ستائیس درجے بہتر ھے ۔" (متفق علیہ)

مسلمان خاتون کے لئے اپنے گھر میں نماز پڑھنا باجماعت نماز پڑھنے سے

زیادہ بہتر ھے ۔

نماز کو باطل کرنے والی چیزیں :

جن امور سے نماز باطل (ختم) ھو جاتی ھے وہ یہ ہیں :

جان بوجھ کر کھانا پینا ، اس لئے کہ علماء کا اجماع ھے کہ جس نے جان بوجھ کر کھایا یا پیا اسے نماز دہرانی پڑے گی ۔

(نماز کے دوران) ان بوجھ کر نماز سے غیر متعلق معاملہ کی بات کرنا ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ھے انھوں نے فرمایا کہ :

ھم نماز میں گفتگو کیا کرتے تھے ، نمازی اپنے بازو والے ساتھی سے دوران نماز گفتگو کرلیتا تھا یہاں تک کہ ارشاد ربانی :

﴿ وَقُومُواْ لِلَّهِ قَـٰنِتِينَ ﴿٢٣٨﴾ ﴾ (البقرة ٢٣٨)

"اور اللہ تعالی کےلئے چپ کھڑے رھو ۔" نازل ھوا تو ھمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور گفتگو سے روک دیا گیا ۔ اس کو امام و امام مسلم نے روایت کیا ھے ۔ اسی طرح اس بات پر اجماع ھے کہ جس نے جان بوجھ کر دوران نماز گفتگو کی اور اس گفتگو سے اپنی نماز کی درستگی مقصود نہ تھی تو اس کی نماز فاسد ھو گئی ۔

جان بوجھ کر عمل کثیر کرنا ۔ عمل کثیر کا قاعدہ ھے ۔

(ایسی حرکت جس سے نمازی کو دیکھنے والا یہ سمجھے کہ وہ حالت نماز میں نہیں ھے)

جان بوجھ کر کسی رکن یا شرط کو چھوڑ دینا ، مثلا بغیر طھارت کے نماز پڑھنا ، یا قبلہ رخ نہ ھونا ، اس لئے کہ امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے اس بد و صحابی سے

جس نے نماز ٹھیک سے نہیں ادا کی تھی فرمایا تھا :

" إرجع فصل فإنک لم تصل "

واپس جا کر دوبارہ نماز پڑھو ، اس لئے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی - (یعنی تمھاری نماز نہیں ھوئی) -

نماز میں ہنسنا ، اس لئے کہ ہنسنے کی وجہ سے نماز کے باطل ھو جانے پر اجماع ھے -

کن اوقات میں نماز پڑھنا منع ھے ؟

فجر کی نماز کے بعد سے سورج کے بلند ھونے تک -

سورج کے زوال (بالکل درمیان میں ھونے) کے وقت -

عصر کی نماز کے بعد سے سورج کے ڈوبنے تک -

ان اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی دلیل حضرت عقبہ بن عامر

رضی اللہ عنہ کی

حدیث ہے انھوں نے فرمایا کہ :

" نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم تین وقتوں میں نماز پڑھنے اور مردوں

کو دفن کرنے سے روکتے تھے ، جب سورج نکل رہا ہوتا یہاں تک کہ وہ

بلند ہو جائے ، جب سورج بالکل درمیان میں ہو یہاں تک کہ ڈھل

جائے ، اور جب ڈوبنے لگے یہاں تک کہ مکمل ڈوب جائے "۔(اس

کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)

اورحضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

" عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے

اور فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے " ۔

(متفق علیہ)

نماز کا مکمل طریقہ :

مسلمان کو ہرمعاملہ میں جس میں نماز کا طریقہ بھی داخل ہے ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی پیروی کرنا ضروری ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا فرمان ہے :

" صلوا کما رأیتمونی أصلی "

تم ویسے ہی نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے ۔

(اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم جب نماز کے لئے اٹھتے اور اللہ تبارک و تعالی کی بارگاہ میں کھڑے ہوتے تو دل سے نماز کی نیت کرتے ، زبان

سے نیت کرنا آپ سے منقول نہیں ہے ، پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے مونڈھوں تک دونوں ہاتھ اٹھاتے ، کبھی اپنے کانوں کی لو تک اٹھاتے ، پھر اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھ لیتے ، اور استفتاح کی مختلف دعاؤں میں سے کوئی پڑھتے جن میں سے ایک یہ ہے :

"سبحانک اللھم و بحمدک، و تبارک اسمک ، و تعالی جدک ، و لا إلہ غیرک "۔

اے اللہ ، آپ پاک ہیں اور ہم آپ کی تعریف بیان کرتے ہیں ، آپ کا نام بابرکت ہے ، اور آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے ، اور آپکے سوا کوئی معبود برحق نہیں ۔ پھر سورۂ فاتحہ اور کوئی سورہ پڑھتے ، پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہتے اور رکوع فرماتے ، رکوع میں پشت مبارک کو اس حد تک سیدھا اور لمبا رکھتے کہ اگر اس پر پانی کا پیالہ

رکھدیا جاۓ تو نہ چھلکےاور تین مرتبہ " سبحان ربی العظیم "
میرے بزرگ پروردگار کی پاکی ھو کہتے، پھر " سمع اللہ لمن حمدہ ،
ربنا و لک الحمد " اللہ تعالی نےاس کی سن لی جس نےاس کی تعریف
کی ، اے ھمارے پروردگار ، آپ ہی کےلئے ساری تعریفیں ہیں -
کہتےھوۓ دونوں ہاتھ اٹھاتےھوۓ سرمبارک اٹھاتے، یہاں تک کہ
بالکل سیدھے کھڑے ھو جاتے، پھر تکبیر کہتےھوۓ سجدہ
فرماتے، سجدہ میں اپنےبازؤوں کو پہلووں سےاتنےدور رکھتےکہ بغلوں
کی سفیدی نظر آنےلگتی ،اور اپنی پیشانی ، ناک ، دونوں ہاتھ اور
دونوں قدموں کو زمین پر پوری طرح ٹکا دیتے، اور تین مرتبہ " سبحان
ربی الاعلی " میرے بلند پروردگار کی پاکی ھو ، کہتے، پھر تکبیر
کہتےاور تشریف فرماتےبائیں پیر کو بچھا کر دائیں پیر کو کھڑا رکھتے

اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھتے - اور یہ فرماتے:

"ربـي اغفـرلي و ارحمـني و اجبرنـي و ارفعـني و اهـدني و عـافني و ارزقنی"-

اے میرے پروردگار ، میری مغفرت فرمائیے، مجھ پر رحم کیجیئے، میری کمی کو دور کر دیجیئے، میرے مرتبہ کو بلند کیجیئے، مجھے هدایت سے سرفراز کیجیئے، مجھے عافیت عطا فرمائیے ، اور مجھے رزق سے نوازیئے ، پھر اللہ اکبر کہتے اور سجدہ کرتے ، پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے هو جاتے -

پھر ہر رکعت میں اسی طرح فرماتے، دو رکعتوں کے بعد تشہد اول میں بیٹھتے تو فرماتے:

" التحیات للہ و الصلوات و الطیبات ، السلام علیک أیھا النبی رحمة

اللّٰہ و برکاتہ ، السلام علینا و علی عباداللہ الصالحین ، أشھد أن لا إلہ

إلا اللہ و أشھد أن محمدا عبدہ و رسولہ "۔

پھر تکبیر کہتے ھوئے اٹھتےاور سیدھے کھڑے ھو کر دونوں

دست مبارک اٹھاتے، اورنماز میں یہ چوتھی مرتبہ ہاتھ اٹھاتے، جب

مغرب کی تیسری یا ظھر ، عصر ، اور عشاء کی چوتھی رکعت کے

بعد تشہد اخیر میں بیٹھتے تو تورک فرماتےیعنی بائیں سرین پر تشریف

فرما ھوتےاور بائیں پیر کو دائیں پنڈلی کے نیچے سے باھر نکالتےاور دائیں

پنجے کو قبلہ رخ کھڑا فرماتے، اپنےہاتھ کی ساری انگلیوں کو بند رکھتے

سوائے انگشت شہادت کےاس کو اشارہ یا حرکت کی خاطر کھلا

رکھتےاور اس پر نگاہ جماتے، جب تشہد سےفارغ ھو جاتےتو دائیں

بائیں ، السلام علیکم و رحمۃ اللہ ، السلام علیکم و رحمۃ اللہ ، تم پر اللہ

تعالی کی سلامتی اور اس کی رحمت ھو ، کہتے ھوئے سلام پھیرتے یہاں تک کہ دونوں رخسار مبارک کی سفیدی نظر آ جاتی ۔

یہ طریقہ مختلف احادیث میں بیان کیا گیا ھے ۔

یہ نماز کے چند احکام ہیں وہ نماز جس پر سارے اعمال کی درستی کادار و مدار ھے ، اگر وہ درست ھو گئی تو سارے اعمال بھی درست ھو جائیں گے اور اگر وہ گڑ بڑا جائے تو سارے گڑبڑا جائیں گے ، اور قیامت کے دن سب سے پہلے اسی نماز کا حساب کتاب ھو گا اگر اس کو مکمل طریقہ پر ادا کیا ھو گا تو اللہ تعالی کی رضامندی سے سرفراز ھو گا ، اور اگر اس میں کوتائی ھوئی تو ھلاک ھو جائیگا ، نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ھے اس طرح وہ برے جذبات سے انسانی نفس کا علاج کرتی ھے تاکہ وہ برائیوں سے صاف ھو جائے ۔

تیسرا رکن زکوۃ

زکاۃ کی تعریف :

عربی میں زکاۃ کا معنی ہے : پرورش اور زیادتی ، اسی طرح ، تعریف ، پاکی اور نیکی کے معنوں میں بھی آتا ہے اور جو چیز نکالی جائے اسے زکوۃ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے مال میں برکت اور اضافہ ہوتا ہے اور زکوۃ نکالنے والا مغفرت پا کر گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے ۔

شریعت کی اصلاح میں زکاۃ ایک خاص مال میں ایک خاص وقت میں ایک خاص گروہ کے لئے ایک واجب حق کو کہتے ہیں ۔

زکاۃ کا مرتبہ اور اس کی فرضیت کی حکمت

زکاۃ اسلام کے پانچ رکنوں میں سے ایک رکن ھے اور قرآن مجید کے اکثر مقامات میں اس کو نماز کے ساتھ ذکر کیا گیا ھے جن میں سے چند یہ ہیں ، ارشاد باری تعالی ھے :

﴿ وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ ﴾ (البقرة ٠٤٣)

"اور نمازوں کو قائم کرو اور زکوۃ دو ۔ "

مزید فرمایا : ﴿ وَيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ ﴾ (البينة ٠٠٥)

"اور نماز کو قائم رکھیں اور زکاۃ دیتے رہیں"اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کاارشاد ھے :

" اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ھے - - - زکاۃ ادا کرنا " (متفق علیہ)

اس حدیث کو حضرت ابن عمررضی اللہ عنہمانےروایت کیا ہے ۔

انسانی نفوس کو ، تنگی ، بخل اور لالچ سےپاک کرنے، غریبوں ، مسکینوں اور محتاجوں کی غم خواری کرنے، مال کو صاف کرنے، بڑھانےاور اس میں برکت پیدا کرنے، اور اس کو بگاڑ اور مصیبتوں سے محفوظ رکھنے، اور دیگر عوامی فوائد کی خاطر جن پر امت کی زندگی اور خوشحالی کا دار و مدار ہے اللہ تعالیٰنےزکاۃ فرض کی ہے ، زکاۃ لینےکی حکمت اللہ تعالیٰنےقرآن مجید میں بیان فرما دی ہے ارشاد ہے :

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا ﴾ (التوبة ۱۰۳)

"آپ انکے مالوں میں سے صدقہ لےلیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں۔"

زکاۃ کا حکم :

ہر مسلمان صاحب نصاب پر چند شرطوں کے ساتھ زکاۃ فرض ہے ، یہاں تک کہ بچے اور پاگل کی طرف سے ان کے سر پرست زکاۃ نکالیں گے ، جو جانتے بوجھتے ، جان بوجھ کر اس کی فرضیت کا انکار کرے گا وہ کافر ہے ، اور جو سستی اور کنجوسی کی وجہ سے اس کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا وہ فاسق ہے اور کبیرہ کا مرتکب ہوگا اور اگر اسی حالت میں مرجائے تو اس کا معاملہ اللہ تعالی کی مشیئت پر موقوف ہوگا اس لئے کہ فرمان باری تعالی ہے :

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِۦ وَيَغۡفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ۚ ﴾ (النساء ٠٤٨)

" یقینا اللہ تعالی اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاھے بخش دیتا ھے ۔ "

اس سے زکاۃ لی جائے گی اور حرام کے ارتکاب کی وجہ سے سزا بھی دی جائے گی ۔

زکاۃ روکنے والوں کو اللہ تعالی نے اپنے اس فرمان میں سخت وعید سنائی ھے فرمایا :

﴿ وَٱلَّذِينَ يَكۡنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلۡفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرۡهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٖ ﴿٣٤﴾ يَوۡمَ يُحۡمَىٰ عَلَيۡهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوبُهُمۡ وَظُهُورُهُمۡۖ هَٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِأَنفُسِكُمۡ فَذُوقُواْ مَا كُنتُمۡ تَكۡنِزُونَ ﴿٣٥﴾ ﴾ (التوبة ٠٣٤-٠٣٥)

"اورجو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ

نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیئے ، جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں گرمایا جائے گا پھراس سے انکی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ھے جسے تم نے اپنے لئے خزانہ بنا کر رکھا تھا، پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔"

اورحضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" جو مال والا اپنے مال کی زکاۃ نہیں ادا کرے گا اس کا مال جھنم کی آگ میں دھکایا جائے گا ، اس سے تختے بنائے جائیں گے اور اس کے ذریعہ اس کے پہلووں اور اس کی پیشانی کو داغا جاتا رھے گا یہاں تک کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کے درمیان فیصلے فرما دیں ایک ایسے دن میں

جس کی مقدار پچاس ھزار سال ھو گی پھر اس کو اس کا راستہ دکھایا جائے گا خواہ جنت کی طرف یا جھنم کی طرف ۔ ۔ ۔ ۔ الحدیث ۔(متفق علیہ ، یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

فرضیت زکاۃ کی شرطیں :

زکاۃ کی فرضیت کی پانچ شرطیں ہیں :

پہلی : اسلام ، چنانچہ کافر پر زکاۃ واجب نہیں ۔

دوسری : آزادی : اسی لئے اکثر علماء کے نزدیک غلام کے مال میں زکاۃ واجب نہیں ، مکاتب کا بھی یہی حکم ھے جب تک کہ اس پر ایک بھی درھم باقی ھے ۔

تیسری : نصاب کا مالک ھونا ، اگر مال نصاب کے بقدر نہ ھو تو زکاۃ

واجب نہیں ۔

چوتھی : مکمل ملکیت ، چنانچہ مکاتب کے قرض میں اور شراکت داری میں شراکت کے حصہ پر تقسیم ہونے سے پہلے زکاۃ نہیں ۔ اسی طرح تنگدست کو دیے ہوئے قرض پر بھی جب تک کہ وہ واپس نہ مل جائے ، زکاۃ نہیں ہے ، اسی طرح نیکی اور بھلائی کے لئے وقف جائدادوں جیسے مجاہدین یا مسجدوں یا مسکینوں وغیرہ کے لئے وقف کردہ اموال میں بھی زکاۃ نہیں ہے ۔

پانچویں : سال گزرنا ، چنانچہ ایسے مال میں جس پر سال نہ گزرا ہو زکاۃ واجب نہیں سوائے زمین سے نکلنے والے ان اناجوں اور پھلوں کے جن میں زکاۃ واجب ہوتی ہے اس لئے کہ ان کی زکاۃ ان کے کاٹتے ہی ادا کر دی جائے گی ۔ اس لئے کہ حکم الہی ہے :

﴿ وَءَاتُواْ حَقَّهُۥ يَوۡمَ حَصَادِهِۦ ﴾ (الأنعام ١٤١)

"اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو ۔ "

کانوں اور دفینوں کا حکم بھی زمین سے نکلنے والے اناج کا حکم ہے

اس لئے کہ وہ بھی زمین سے ملنے والا مال ہے ۔

جانوروں کے بچوں اور تجارت کے فائدہ کا سال اس کے اصل کے سال کے

تابع ہوگا ان بچوں یا فائدے کو دیگر جانوروں یا اسباب تجارت کے

ساتھ ملا کر اگر نصاب تک پہنچ جائیں تو زکاۃ ادا کرے گا ۔

زکوۃ کی فرضیت کے لئے بلوغت یا عقلمندی شرط نہیں ہے ، اسی لئے

اکثر علماء کے نزدیک بچے اور پاگل کے مالوں میں بھی واجب ہے ۔

اموال زکاۃ (جن مالوں میں زکاۃ واجب ہوتی ہے)

زکاۃ پانچ قسم کے مالوں میں فرض ہوتی ہے :

پہلی قسم : **سونا اور چاندی** : یا جو اس کے قائم مقام ہو جیسے کاغذ کے رائج کرنسی نوٹ وغیرہ ، ان میں زکاۃ کی مقدار چالیسواں حصہ ہے جو کہ ڈھائی فیصد ہوتی ہے ،

ان میں اسی وقت زکاۃ واجب ہوتی ہے جب ان پر مکمل سال بیت جائے اور یہ نصاب کو پہنچ جائیں ۔

سونے کا نصاب ۲۰ مثقال سونا ہے ، ایک مثقال سواچار گرام ۲۵ ، ۴ کا ہوتا ہے اس طرح سونے کا نصاب ۸۵ گرام ہوا ۔

چاندی کا نصاب : دو سو درہم ہے ایک درہم ۹۷۵ ۔ ۲ گرام کا

ھوتا ہے اس طرح چاندی کا نصاب ۵۹۵ گرام ھوا -

موجودہ کرنسی نوٹوں کے نصاب کی مقدار یہ ھو گی کہ ان کی قیمت - ایک سال کے مکمل ھونے اور زکاۃ کے نکالتے وقت - ۸۵ گرام سونے یا ۵۹۵ گرام چاندی کے برابر ھو اسی لئے ان کا نصاب ان کی قوت خرید کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے چنانچہ اگر اس کے پاس موجودہ کرنسی نوٹ سونے یا چاندی کی مذکورہ مقدار خریدنے کے لئے کافی ھوں یا اس سے زائد ھوں تو ان میں زکاۃ واجب ھو گی - چاہے ان نوٹوں کے جو بھی نام ھوں ریال ھوں یا درھم یا فرانک یا ڈالر یا روپیہ یا کچھ اور ، اور چاہے وہ کاغذی نوٹ ھوں یا معدنیاتی سکے وغیرہ اور یہ معلوم ہے کہ سکوں کی قیمتیں گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں ، لھذا زکاۃ ادا کرنے والے کو چاہیئے کہ زکاۃ واجب ھونے کے وقت (سال مکمل ھونے پر) اس کی

قیمت کا لحاظ کرے۔

سونے چاندی وغیرہ میں جو چیز نصاب سے زائد ھو تو اس کی زکاۃ اسی مقدار سے ادا کی جائیگی ۔ اس کی دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

" اگر تمھارے پاس دو سو درھم ھوں اور ان پر سال گزر جائے تو ان میں پانچ درھم (ادا کرنے) ہیں ، اور جب تک بیس دینار نہ ھو جائیں اور ان پر سال نہ گزر جائے تو کوئی چیز فرض نہیں ، اس وقت (بیس دینار پر سال گزر جانے کی صورت میں) اس میں آدھادینار (ادا کرنا) ھے ، پھر جو زائد ھو تو وہ اسی حساب سے (ادا کیا جائے گا) ۔ اور مال میں سال گزرنے تک کوئی زکاۃ نہیں ھے " ۔

(اس کو امام ابوداود نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث حسن ہے)

زیورات اگر کرائے یا ذخیرہ اندوزی کے لئے ھوں تو ان میں سب کے نزدیک زکاۃ واجب ہے ، اگر ذاتی استعمال کے لئے ھوں تب بھی راجح قول کے مطابق ان میں زکاۃ واجب ہے - اس لئے کہ سونے اور چاندی کے سلسلے میں وارد نصوص عام ہیں ، اور اس لئے بھی کہ امام ابوداود ، امام نسائی ، اور امام ترمذی نے حضرت عمرو بن شعیب سے ،انھوں نے اپنے والد سے ، انھوں نے اپنے دادا سے رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ :

" ایک صحابیہ (رضی اللہ عنہما) نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس آئیں ان کے ساتھ انکی ایک بچی بھی تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے موٹے کڑے تھے ، آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے ان صحابیہ سے

استفسار فرمایا : کیا تم اس کی زکاۃ ادا کرتی ھو ؟ انھوں نے جواب دیا : نہیں ، فرمایا : کیا تمھیں یہ پسند ھے کہ ان کے بدلے میں اللہ تعالی قیامت کے دن تمھیں آگ کے دو کنگن پہنائیں ؟ یہ سن کر صحابیہ نے انھیں نکال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا اور فرمایا : یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں " ۔

اور اس حدیث کی وجہ سے بھی جس کو امام ابوداود وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ھے انھوں نے فرمایا کہ : " رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم میرے پاس آئے اور میرے ہاتھ میں چاندی کی چند انگوٹھیاں دیکھ کر فرمایا : کیا تم ان کی زکاۃ ادا کرتی ھو ؟ میں نے کہا : نہیں ، یا جو اللہ نے چاہا جواب دیدیا ، فرمایا : جھنم سے تمھارے لئے یہی کافی ہیں " ۔

دیگر معدنیات اور زیورات جیسے ، جواہرات اور موتی وغیرہ میں کسی بھی عالم کے نزدیک زکاۃ واجب نہیں ھے الا یہ کہ وہ تجارت کے لئے ھوں تو سامان تجارت کی طرح ان کی زکاۃ نکالی جائے گی ۔

دوسری قسم : **چوپائے**

چوپایوں سے مراد اونٹ ، گائے اور بھیڑیں ہیں ان میں اس وقت زکاۃ واجب ھو گی جب وہ (جنگل وغیرہ میں) چرتے ھوں ۔ (گھر میں باندھ کر ان کے چارے کا انتظام نہ کرنا پڑتا ھو) ۔ اور سال کا اکثر حصہ چرتے ھوں اس لئے کہ اکثر کل کے حکم میں ھوتا ھے ، اس کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا یہ ارشاد ھے :

" ہر چرنے والے اونٹ میں صدقہ (زکاۃ) ھے ۔

(اس کو امام احمد ، امام ابوداود اور امام نسائی نے روایت کیا ھے)

نیز بھیڑوں کی زکاۃ کے سلسلہ میں فرمایا :

" في سائمتها " ان کے چرنے والیوں میں (اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے) نصاب کو پہنچ چکی ہوں اور ان پر ایک سال گزر گیا ہو -

چوپایوں کا نصاب حسب ذیل ہے -

جنس	مقدار نصاب		واجب مقدار
	سے	تک	
اونٹ	۵	۹	ایک بکری
"	۱۰	۱۴	دو بکریاں
"	۱۵	۱۹	تین بکریاں
اونٹ	۲۰	۲۴	چار بکریاں
"	۲۵	۳۵	(بنت مخاض) اونٹنی کا ایک سالہ مادہ

			بچہ
اونٹ	۳۶	۴۵	(بنت لبون) اونٹنی کا دوسالہ مادہ بچہ
اونٹ	۴۶	۶۰	(حقہ) اونٹنی کا تین سالہ مادہ بچہ
"	۶۱	۷۵	(جذعۃ) چار سالہ اونٹنی
"	۷۶	۹۰	اونٹنی کے دو سالہ دو بچے
"	۹۱	۱۲۰	دو تین سالہ اونٹنیاں
"	۱۲۴ سے زیادہ ھونے پر		ہرچالیس میں ایک دو سالہ مادہ بچہ، اورہر پچاس میں ایک تین سالہ مادہ بچہ یہ اکثر علماء کے نزدیک ھے ۔
گائے	۳۰	۳۹	ایک سالہ بچھڑا یا بچھیا
"	۴۰	۵۹	دو سالہ بچھیا

"	٦٠	٦٩	دو ایک سالہ بچھڑے
گائے	٧٠	٧٩	ایک ٢ سالہ بچھڑ+١ تین سالہ بچھیا
گائے	٧٩ سے زیادہ ھونے پر		ہر تیس میں ایک ایک سالہ بچھڑا اور ہر چالیس میں ایک دو سالہ بچھیا

بھیڑ یابکری	٤٠	١٢٠	ایک بکری
	١٢١	٢٠٠	دو بکریاں
	٢٠١	٣٠٠	تین بکریاں
	٣٠٠ سےزائد ھونے پر		ہر سو پر ایک بکری

اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ھے کہ جب

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں بحرین کی طرف روانہ کیا تو یہ پروانہ لکھ

کر دیا : (بسم اللہ الرحمن الرحیم) یہ فرض زکاۃ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے مسلمانوں پر فرض کی ہے اور جس کا اللہ تعالی نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا ، چنانچہ جس مسلمان سے اس کے مطابق مانگا جائے وہ ادا کرے اور جس سے اس سے زائد کا مطالبہ ہو وہ نہ ادا کرے ، چوبیس اور اس سے کم اونٹوں میں بکریاں ہیں ، ہر پانچ میں ایک بکری کے حساب سے ، جب ۲۵ ہو جائے تو ۳۵ تک میں اونٹنی کا ایک سالہ مادہ بچہ ہے ، جب ۳۶ ہو جائے تو ۴۵ تک میں اونٹنی کا ایک دو سالہ مادہ بچہ ہے ، جب ۴۶ ہو جائے تو ۶۰ تک میں ایک تین سالہ اونٹنی ہے جب ۶۱ ہو جائے تو ۷۵ تک میں ایک چار سالہ اونٹنی ہے ، جب ۷۶ ہو جائے تو ۹۰ تک میں اونٹنی کے دو دو سالہ مادہ بچہ ہیں ، جب ۹۱

ھو جاۓ تو ۱۲۰ تک میں دو تین سالہ اونٹنیاں ہیں جب ۱۲۰ سے
زائد ھو جاۓ تو ہر چالیس میں اونٹنی کا ایک دو سالہ مادہ بچہ
اور ہر پچاس میں ایک تین سالہ اونٹنی ھے ، جس کے پاس صرف
چار اونٹ ھوں تو ان میں زکاۃ واجب نہیں الا یہ کہ ان کا مالک خود
ان میں سے کچھ دینا چاھے تو دیدے ، جب پانچ اونٹ ھو جائیں
تو ان میں ایک بکری واجب ھو گی ۔

چرنےوالی بھیڑ میں جب یہ ۴۰ ھو جائیں تو ۱۲۰ تک میں ایک بکری
ھے ، ۱۲۰ سے زائد ۲۰۰ تک میں دو بکریاں ہیں جب دو سو سے
زائد ھوں تو تین سو تک تین بکریاں ہیں اگر تین سو سے زائد ھو تو ہر
سو میں ایک بکری ھو گی ، اگر کسی کے پاس چرنےوالی بکریاں
انتالیس ھوں تو ان میں زکاۃ واجب نہیں الا یہ کہ ان کا مالک خود سے

کچھ دینا چاھے تو دیدے ، (الحدیث اس کو امام بخاری نے روایت کیا ھے)

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بھی ھے کہ " نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے انھیں یمن بھیجا تو حکم دیا کہ ہر تیس گایوں میں ایک ایک بچھڑا یا بچھیا اور ہر چالیس گایوں میں ایک دو سالہ بچھیا ھو گی " ۔

(اس کو امام احمداوراصحاب السنن (امام ابوداود ، ترمذی ، نسائی اور ابن ماجہ) نے روایت کیا ھے)

چرنے والے جانوروں کے بچے بھی اصل جانوروں میں شامل کر دیئے جائیں گے اگر وہ اصل جانور پہلے ہی نصاب کو پہنچ چکے ھوں ، اگر ان کے بغیر نصاب مکمل نہ ھو تو ان کے ذریعہ نصاب پورا ھونے کے بعد سے

سال کا شمار ھوگا ۔

اگر چوپائے تجارت کےلئے رکھے ھوں تو ان سےاموال تجارت کی زکاۃ نکالی جائے گی اور اگر اپنےاستعمال یا افزائش کےلئے ھوں تو ان میں زکاۃ نہیں ھے ، اس لئے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ھے کہ " مسلمان پر اس کےغلام اوراس کے گھوڑے میں زکاۃ واجب نہیں " ۔(اس کو امام بخاری اور امام مسلم نےروایت کیا ھے)

تیسری قسم : **غلےاور پھل**

جمہور کےنزدیک ان میں اس وقت زکاۃ فرض ھوتی ھے جب وہ نصاب کو پہنچ جائیں اور ان کےنزدیک نصاب کی مقدار پانچ وسق ہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا فرمان ھے :

" پانچ وسق سے کم میں زکاۃ واجب نہیں ہے " (متفق علیہ) وسق ۶۰ صاع کا ہوتا ہے اس طرح نصاب کی مقدار ۳۰۰ صاع ہوئی ، اس طرح نصاب کا وزن اچھی قسم کی گیہوں سے تقریبا ۶۴۲ کیلو ۸۰۰ غرام ہے ۔

غلوں اور پھل میں حولان حول (سال گزرنا) شرط نہیں اس لئے کہ ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ وَءَاتُواْ حَقَّهُۥ يَوْمَ حَصَادِهِۦ ﴾ (الأنعام ۱٤۱)

"اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو ۔ "

ان میں زکاۃ کی واجب مقداریوں ہے کہ بارانی کھیتی یا باغ میں دسواں حصہ ادا کرنا ہے اور سینچائی کئے جانے والی کھیتیوں اور باغات میں بیسواں حصہ ۔

اس لئے کہ رسول اللہ - صلی اللہ علیہ و سلم - کا ارشاد گرامی ہے:

"ان (زمینوں) میں جنھیں آسمان (بارش) اور نہریں اور کنویں سیراب کریں دسواں حصہ ہے اور جو زمینیں نالیوں یا اونٹنیوں سے سیراب کی جائیں ان میں بیسواں حصہ ہے۔

(اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے)

چوتھی قسم : **سامان تجارت**

یہ وہ سامان ہیں جنھیں کسی مسلمان نے تجارت کے لئے تیار کیا ہو یہ زکاۃ کی سب سے عام اور وسیع قسم ہے ان کے نصاب تک پہنچنے پر ان میں زکاۃ واجب ہوتی ہے اور ان کی قیمت کے سونے اور چاندی کے نصاب - بیس دینار جو کہ ۸۵ گرام سونے کے برابر ہے یا ۲۰۰ درھم جو کہ ۵۹۵ گرام چاندی کے برابر ہے - تک پہنچنے کا

اعتبار کیا جائے گا ۔ مکمل سال بیت جانے پر سونے یا چاندی میں
سے جو فقراء کے لئے زیادہ فائدہ ھو اس سے سامان تجارت کی قیمت
لگائی جائے گی اس میں قمیت خرید کا اعتبار نہ ھوگا بلکہ سال
گزر جانے کے بعد زکاۃ کی ادائیگی کے وقت کی قیمت کا اعتبارھوگا ۔

اس میں کل قیمت میں سے بیسواں حصہ ادا کرنا ھوگا ۔ سامان
تجارت اگر بغیر نفع کے نصاب کو پہنچ جائے تو اس کے ساتھ نفع بھی
جوڑ لیا جائے گا اور اس کے لئے مستقل حولان حول کی ضرورت نہیں
، لیکن اگر بغیر نفع کے صرف سامان تجارت نصاب تک نہ پہنچنے تو نفع
کے ساتھ جس وقت نصاب مکمل ھوا اس وقت سے سال کا آغاز مانا
جائے گا ۔

پانچویں قسم : کانیں اور دفینے

أ- کانیں

یعنی ہر وہ چیز جو زمین سے نکلے باقیمت ہو اور نباتات میں سے نہ ہو جیسے سونا ، چاندی ، لوہا ، تانبا ، یاقوت ، پٹرول وغیرہ - ان میں زکاۃ کی فرضیت کی دلیل اللہ تعالی کے اس ارشاد کا عموم ہے :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِن طَيِّبَـٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ ﴾ (البقرة ٢٦٧)

" اے ایمان والو ! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے ، اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو "

اوریقینا کانیں بھی ان چیزوں میں سے ہیں جو اللہ تعالی نے زمین سے

همارے لئے نکالی ہیں۔

جمہور علماء اس میں زکاۃ کی فرضیت کے لئے اس کے نصاب کی مقدار کو پہنچنے کی شرط لگاتے ہیں ،اور ان میں واجب مقدار بیسواں حصہ ہے اس کو سونے اور چاندی میں واجب مقدار پر قیاس کیا گیا ہے ۔ اس میں سال بیتنے کی شرط نہیں ہے بلکہ جس وقت ملے اسی وقت زکاۃ واجب ہو گی ۔

ب - دفینے

اس سے مراد جاهلیت میں دفن کردہ خزانے ہیں یا پچھلے کافروں کے دفن کردہ خزانے ہیں خواہ دار الإسلام میں ہوں ، یا دار الحرب میں یا دار العهد میں ، اور ان پر یا ان کے کسی حصے پر کفر کی علامت ہو

جیسےان کےنام ، یا ان کےبادشاھوں کےنام یا ان کی تصویریں یا صلیبیں یا ان کےبتوں کی تصویریں وغیرہ ھوں ۔

اگران پر یا انکےکسی حصےپر مسلمانوں کی علامت ھو جیسے نبی کریم ۔صلی اللہ علیہ وسلم ۔ کا یا کسی مسلمان خلیفہ کا نام ھو ، یا قرآن مجید کی کوئی آیت ھو تو وہ لقطہ شمار ھوگا ۔ اسی طرح اگر ان پر کوئی علامت نہ ھو جیسےبرتن ، یا زیورات یا سونےکی اینٹیں وغیرہ تو بھی وہ لقطہ شمار ھونگی ، لقطےکی پہچان کروانے کی شرطوں پر عمل کرنے کےبعد ہی ملکیت شمار ھوگی ،اس لئےکہ وہ کسی مسلمان کا مال ھے جس کی ملکیت ختم ھونےکا علم نہیں ھے ۔

دفینوں میں پانچواں حصہ ۱/۵ حصہ فرض ھے حضرت

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

" دفینوں میں پانچواں حصہ (فرض) ہے " ۔

جمہور علماء کے نزدیک چاہے وہ کم ھو یا زیادہ اس میں پانچواں حصہ فرض ہے ، اور اس کا مصرف فَي کا مصرف ہے ، باقی خزانہ (دفینہ) سارے علماء کے نزدیک اس کا ہے جسے وہ ملے ، اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل یہ تھا کہ انھوں نے باقی خزانہ اسے پانے والے کو سونپ دیا تھا ۔

زکاۃ کے مصارف (جن لوگوں کو زکاۃ دی جائیگی)

وہ لوگ جنھیں زکاۃ دی جائے گی آٹھ طرح کے لوگ ہیں جو یہ ہیں:

۱ - **فقراء :** اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس زندگی گزارنے کے لئے کوئی سامان نہ ہو یا جو ہو وہ ناکافی ہو ، ان لوگوں کو زکاۃ میں سے ان کے سال بھر کی ضروریات دی جائیں گی ۔

۲ - **مساکین :** اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھیں ضروریات کا آدھا حصہ یا اس سے زیادہ میسر ہو اس طرح وہ فقراء سے زیادہ بہتر ہوئے ان لوگوں کو بھی ان کی سال بھر کی ضروریات دی جائیں گی۔

۳ - **زکاۃ کے کارکن :** اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حاکم وقت کے حکم سے زکاۃ اکٹھی کرنے، اس کو سنبھالنے اور مستحقین میں تقسیم کرنے پر مامور ہوں ، ان کو ان کے کام کی اجرت کے بقدر زکاۃ دی جائے گی ۔

۴ - **مؤلفة القلوب** : ان کی دو قسمیں ہیں : غیر مسلم اور مسلمان -

چنانچہ جب غیر مسلم کے اسلام قبول کر لینے کی امید ھو یا زکاۃ

دے کر اس کے شر سے بچا جا سکے یا اس طرح کا کوئی اور فائدہ

ھو تو اس کو زکاۃ میں سے دیا جائے گا -

اور مسلمان کو اس وقت دیا جائے گا جب اس کے اسلام کے پختہ

ھونے یا اس جیسے دوسروں کے اسلام قبول کر لینے کی امید ھو یا اس

طرح کی کوئی اور وجہ ھو -

۵ - **غلام** : اس سے مراد وہ مکاتب غلام ہیں جن کے پاس ادائیگی کے

لئے کافی مال نہ ھو، چنانچہ مکاتب کو اتنا مال دیا جائے گا جس کے

ذریعہ وہ غلامی سے رہائی اور آزادی حاصل کر سکے -

بعض علماء نے زکاۃ کے مال سے غلام خرید کر انھیں آزاد کر دینے کی بھی اجازت دی ھے۔

۶۔ **قرضدار :** ان کی دو قسمیں : اپنی ضروریات کے لئے قرض لینے والا ، اور دوسروں کی خاطر قرض لینے والا ، اپنی ضروریات کے لئے قرض لینے والے سے مراد وہ شخص ھے جو اپنی ضرورت کے لئے قرض لے پھر اسے ادا نہ کر سکے ، اسے اس کے قرض کی ادائیگی کے بقدر زکاۃ میں سے دیا جائے گا ۔

دوسروں کی خاطر قرض لینے والے سے وہ شخص مراد ھے جو مسلمانوں کے درمیان صلح صفائی کے لئے دوسروں کے ذمہ واجب قرض اپنے ذمہ لے لے ، ایسا شخص مالدار ھو تب بھی اس کو اس قرض کی

ذمہ داری سے سبکدوش ھونے میں تعاون کے لئے زکاۃ میں سے دیا جائے گا ۔

۷ ۔ **اللہ کی راہ میں :** جب صرف " اللہ کی راہ میں " کہا جائے تو اس سے جہاد مراد ھوتا ھے ۔ چنانچہ رضاکار مجاھدین (جن کی بیت المال سے مستقل تنخواہیں نہ مقرر ھوں) کو بھی زکاۃ میں سے دیا جائے گا ۔

۸ ۔ **مسافر :** اس سے مراد وہ مسافر ھے جس کے پاس اپنے وطن پہنچنے کے لئے زاد راہ نہ ھو اس کو اتنی زکاۃ دی جائے گی جس سے وہ اپنے وطن پہنچ سکے ۔

اللہ تعالی نے ان آٹھوں قسموں کو اپنے اس ارشاد میں ذکر فرمایا ھے :

﴿ إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَٱلۡمَسَٰكِينِ وَٱلۡعَٰمِلِينَ عَلَيۡهَا وَٱلۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمۡ وَفِي ٱلرِّقَابِ وَٱلۡغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱبۡنِ ٱلسَّبِيلِۖ فَرِيضَةٗ مِّنَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٞ ۝٦٠ ﴾ (التوبة ۶۰)

" صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے ، اور ان کے وصول کرنے والوں کے لئے ، اور ان کے لئے جن کے دل پرچائے جاتے ھوں ، اور گردن چھڑانے میں ، اور قرض داروں کے لئے ، اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے ، فرض ھے اللہ کی طرف سے اور اللہ علم و حکمت والا ھے ۔ "

صدقۂ فطر

أ۔ فرضیت کی حکمت :

روزہ دار کو (روزہ میں ھونے والی) لغو اور شہوانی باتوں سے پاک

کرنے کے لئے اور مسکینوں کے لئے روزی اور عید کے دن انھیں مانگنے سے بے نیاز کر دینے کی خاطر صدقہ فطر واجب کیا گیا ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے روزہ کو لغو اور شہوانی باتوں سے پاک کرنے اور مساکین کو کھلانے کے لئے صدقۂ فطر فرض قرار دیا "۔

(اس کو امام ابوداود اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے)

ب ۔ صدقۂ فطر کا حکم

یہ ہر چھوٹے بڑے ، آزاد غلام ، مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا :

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے رمضان کا صدقۂ فطر ایک صاع کھجور ، یا ایک صاع جو فرض قرار دیا ہر آزاد ، غلام ، مرد ،

عورت ، اور چھوٹے بڑے مسلمان پر ، اور لوگوں کے نماز (عید) کو

جانے سے پہلے اس کی ادائیگی کا حکم دیا " (متفق علیہ)

ماں کے پیٹ میں موجود بچہ کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا

مستحب ھے ۔

مسلمان پر اپنی طرف سے اور اس کے زیر کفالت افراد جیسے بیوی

یا رشتہ دار وغیرہ کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ھے ۔

اور صرف ان لوگوں پر واجب ھے جن کے پاس عید کے دن اوررات

میں انکی اور انکے زیر کفالت لوگوں کی ضروریات سے زائد مال ھو

ج ۔ صدقۂ فطر کی مقدار

صدقۂ فطر کی واجب مقدار شہر کی عام غذا جیسے گیہوں یا

جو یا کھجور یا کشمش یا پنیر یا چاول یا مکئی سے ایک صاع ھے

، اور ایک صاع تقریبا ۲ کیلو اور ۱۷۶ گرام کے برابر ھوتا ھے ۔

جمہور علماء کے نزدیک اس کی قیمت ادا کر دینا جائز نہیں ھے اس لئے کہ یہ حکم نبوی اور عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ھے ۔

د ۔ ادائیگی کا وقت

اس کے دو وقت ہیں ، ایک جائز وقت یہ عید سے ایک یا دو روز قبل ھے اور دوسرا افضل وقت یہ عید کی صبح صادق سے عید کی نماز ادا کرنے سے پہلے تک ھے ، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے لوگوں کے عید کی نماز کے لئے نکلنے سے پہلے اس کی ادائیگی کا حکم دیا ھے ۔ عید کی نماز کے بعد تک اس میں دیر کرنا جائز نہیں ھے ، اگر دیر سے (عید بعد) ادا کرے تو وہ عام صدقہ

شمار ھو گا ، اور دیر کرنے کی وجہ سے گناہ بھی ھو گا ۔

ھ ۔ صدقۂ فطر کا مصرف (کن کو دیا جائے؟)

صدقۂ فطر فقیروں اور مسکینوں کو دیا جائے گا اس لئے کہ وہ دوسروں سے زیادہ اس کے مستحق ہیں ۔

چوتھا رکن : رمضان کے روزے رکھنا

تعریف :

عربی زبان میں الصیام (روزہ) رکھنے کو کہتے ہیں -

شریعت کی اصلاح میں اس سے مراد ہے : صبح صادق سے غروب آفتاب تک روزہ توڑنے والی چیزوں سے رکے رہنا -

حکم :

ماہ رمضان کے روزے رکھنا اسلام کا ایک اہم اور عظیم رکن ہے کیوں کہ ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ١٨٣ ﴾ (البقرة ١٨٣)

"اے ایمان والو ، تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ھے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کۓ گۓ تھے تا کہ تم تقوی اختیار کرو ۔"

اور اس حدیث کی وجہ سے جس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ھے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

" اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر رکھی گئی : لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینا ، نماز قائم کرنا ، زکاۃ دینا ، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا "(متفق علیہ)

امت اسلامیہ پر رمضان کے روزے سن ۲ ھجری میں فرض کۓ گۓ ۔

فضیلت اور فرضیت کی حکمت :

ماہ رمضان اللہ تعالی کی بندگی کا بہت بڑا موسم ھے اسے پانا اللہ تعالی کی بہت عظیم نعمت اور بہت بڑا فضل ھے جسے وہ اپنے جن بندوں کو چاہتا ھے عطا کرتا ھے تا کہ ان کی نیکیوں میں اضافہ اور ان کے درجات میں بلندی ھو ، ان کے گناہ مٹا دیئے جائیں ، اپنے خالق سے ان کا رشتہ مضبوط تر ھو جائے ، انھیں اجر عظیم اور رضا الہی حاصل ھو اور ان کے دل اللہ تعالی کے ڈر اور تقوی سے معمور ھو جائیں -

اس کے چند فضائل ذکر کئے جاتے ہیں :

١ - فرمان باری تعالی ھے :

﴿ شَهۡرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِیٓ أُنزِلَ فِیهِ ٱلۡقُرۡءَانُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَـٰتٍ مِّنَ

ٱلْهُدَىٰ وَٱلْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا۟ ٱلْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا۟ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَىٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٨٥﴾ (البقرة ۱۸۵)

"ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں ، تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیئے ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کر لینی چاہیئے ، اللہ تعالی کا ارادہ تمھارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں ، وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کر لو اور اللہ تعالی کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا

شکر کرو - "

ب - حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

" جس نے ایمان کے ساتھ صرف ثواب کی خاطر رمضان کے روزے رکھے اس کے سارے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں " (متفق علیہ)

ج - حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ھے کہ رسول اللہ نے فرمایا :

" - - - ہر نیکی دس گناہ سے سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ھے (لیکن) اللہ تعالی کا ارشاد ھے سوائے روزے کے، اس لئے کہ وہ (صرف) میرے لئے ھے اور میں ہی اس کا بدلہ دیتا ھوں ، بندہ میری خاطر اپنی خواہشات اور اپنے کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ھے

، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ، ایک خوشی روزہ کھولتے وقت اور

دوسری خوشی اللہ تعالی سے ملاقات کے وقت ، اور اس کے منہ کی بو

اللہ تعالی کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ھے " -

(اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ھے اور الفاظ مسلم کے ہیں)

د - روزہ دار کی دعا قبول کی جاتی ھے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ

و سلم کا ارشاد ھے -

" افطار کے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں ھوتی " -

(اس کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ھے)

لھذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ افطار کے وقت کو غنمیت جان کر اللہ

تعالی سے دعاو مناجات میں لگا رھے تا کہ اللہ تعالی کی رحمت سے

بہرہ ور ھو جائے اور دنیا و آخرت کی سعادت پا سکے -

ھ - روزہ داروں کی عزت اور امتیاز و شرف کے اظہار کےلئے اللہ تعالی نے جنت کا ایک دروازہ ان کےلئے خاص کر دیا ہے ، جس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے -

چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

" جنت میں " ریان " نامی ایک دروازہ ہے ، قیامت کے دن اعلان کیا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں ؟ وہ داخل ہو جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی داخل نہ ہو سکے گا " -

(متفق علیہ)

و - روزہ قیامت کے دن روزہ دار کی سفارش کرے گا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

" روزہ اور قرآن مجید قیامت کے دن بندہ کی سفارش کریں گے ، روزہ کہے گا : اے پروردگار ، میں نے اسے کھانے اور خواہش پوری کرنے سے روک رکھا لھذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرمائیے ، اور قرآن مجید کہے گا : میں نے اسے رات میں سونے سے روک رکھا لھذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمائیے ، فرمایا : کہ پھر ان دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی " - (اس کو امام احمد نے روایت کیا ھے)

ز - روزہ مسلمان کو جفاکشی ، صبر اور برداشت کا عادی بناتا ھے اس لئے کہ وہ اس کو اس کی پسندیدہ اور مرغوب چیزوں اور خواہشات سے روک دیتا ھے حالانکہ نفس کی خواہشات کچلنا بڑا

تکلیف دہ امر ہے ۔

فرضیت کی شرطیں :

سارے علماء کا اجماع (اتفاق) ہے کہ روزہ بالغ ، صاحب عقل ، تندرست اور مقیم مسلمان پر فرض ہے ، اور عورت جب حیض اور نفاس سے پاک ہو گی تب اس پر فرض ہے۔

روزے کے آداب :

ا ۔ روزہ دار کو غیبت ، چغلی وغیرہ حرام چیزوں سے دور رہنا چاہیئے ، لھذا مسلمان کو چاہیئے کہ حرام باتوں سے اپنی زبان روکے اور دوسروں کی عزتوں کے بارے میں زبان دراز نہ کرے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد ہے :

" جو جھوٹی بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالی کو اس کے کھانا چھوڑنے اور شہوت سے رکے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں " ۔ (اس کو امام بخاری نے روایت کیا ھے)

ب ۔ سحری کھانا نہ بھولے ، اس لئے کہ وہ روزہ دار کیلئے مددگار ثابت ھوتی ھے اس طرح وہ آرام سے اپنا دن گزارتا ھے اور چستی اور پھرتی سے اپنی ذمہ داریاں نبھا سکتا ھے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے اس پر ابھارا ھے فرمایا :

" سحری کھانا برکت ھے ، لھذا اسے نہ چھوڑو ، چاھے تم میں سے کوئی ایک گھونٹ پانی ہی (بطور سحری) پی لے ، اس لئے کہ اللہ تعالی اور ان کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں " ۔

(اس کو امام احمد نے روایت کیا ھے)

ج - سورج ڈوبنے کا یقین ھو جانے پر فورا روزہ افطار کرلے، نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا فرمان ھے :

" لوگ اس وقت تک برابر بھلائی کے ساتھ رہیں گے جب تک وہ روزہ افطار کرنے میں جلدی کریں گے" -(متفق علیہ) -

د - رطب : گیلی یا سوکھی کھجور سے افطار کرنے کی کوشش کرے اس لئے کہ یہ مسنون ھے ، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نماز (مغرب) سے پہلے چند گیلی کھجوروں سے افطار فرماتے اگر (گیلی کجھور) نہ ھوتی تو چند سوکھی کجھوریں نوش فرماتے، اگر وہ بھی میسر نہ ھوتی تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے" - (اس کو امام ابوداود نے روایت کیا ھے)

ھ - قرآن پاک کی تلاوت ، اللہ تعالی کے ذکر ، حمد و ثنا ، صدقہ ،

بھلائی کے دیگر کام اور نوافل وغیرہ ، نیک اعمال کا خوب اہتمام کرے اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں :

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بھلائی تقسیم کرنے میں سب سے فیاض انسان تھے ، اور آپ سب سے زیادہ فیاض اس وقت ھوتے جب رمضان میں جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ھوتی ، حضرت جبرئیل رمضان کی ہر رات آپ سے ملتے اور قرآن مجید کی مدارست (تلاوت و مطالعہ) فرماتے ، چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم ھوا سے بھی زیادہ فیاض ھوتے " ۔

(اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ھے ۔)

روزے کو توڑنے والی چیزیں :

جان بوجھ کر دن میں کھانا پینا ،یا روزہ توڑنے والی کوئی چیز

جیسے غذا کے انجکشن لینا ، یا منھ سے دوا استعمال کرنا اس لئے کہ یہ بھی کھانے پینے کے حکم میں ہیں ، ہاں جانچ وغیرہ کے لئے تھوڑا سا خون نکالنے سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے ۔

رمضان کے دنوں میں ھمبستری کرنا ، اس لئے کہ وہ روزہ کو توڑ دیتا ہے ، ایسا کرنے والے کو اس مہینہ کے احترام کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے اللہ تعالی سے توبہ کرنا ضروری ہے، اسی طرح جس دن ھمبستری کی تھی وہ روزہ قضا کرے گا اور کفارہ بھی دینا ھوگا ، کفارہ یہ ہے کہ ایک گردن آزاد کرے، اگر نہ کر سکے تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے اگر نہ ھو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے ہر مسکین کو آدھا صاع گیہوں یا کوئی اور غلہ جو شہر میں عام استعمال ھوتا ھو دے گا ، اس لئے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ

عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے گرد بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا : اے اللہ کے رسول ، میں تباہ ہو گیا ، فرمایا : کیا ہوا ؟ عرض کیا : میں نے روزہ میں اپنی بیوی سے ہمبستری کر لی ، آپ نے ارشاد فرمایا : کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے تم آزاد کر سکو ؟ جواب دیا : نہیں ، فرمایا : کیا دو ماہ مسلسل روزے رکھ سکتے ہو ؟ جواب دیا : نہیں ، فرمایا : کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو ؟ جواب دیا : نہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس بیٹھ گیا ، اسی درمیان آپ کے پاس ایک عرق(پیمانہ) کجھور آئے ، آپ نے استفسار کیا : وہ مسئلہ دریافت کرنے والا کہاں ہے ؟ اس نے جواب دیا : میں ہوں ، فرمایا :

یہ لو اور اسے صدقہ کرو ، اس نے کہا : اے اللہ کے رسول ، کیا خود سے زیادہ بدحال شخص کو دوں ؟ اللہ کی قسم ، مدینہ کے دونوں حروں کے درمیان ھم سے زیادہ غریب کوئی گھرانہ نہیں ، یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دانت نظر آنے لگیں ، پھرفرمایا : اسے اپنے گھر والوں کو کھلاؤ " ۔

(اس کو امام مسلم نے روایت کیا ھے)

بوس و کنار، مباشرت ، مشت زنی یا بار بار (عورت کی طرف) دیکھنے سے منی کا خارج ھو جانا ، اگر ان میں سے کسی سبب سے روزہ دار کی منی خارج ھو جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اسے قضا کرنی پڑے گی ، اور باقی دن کھانے پینے سے باز رہنا ھو گا لیکن اس پر کفارہ نہیں ھے ، البتہ توبہ اور استغفار کرنا اور

شہوت ابھارنے والی ہر چیز سے دور رہنا ضروری ہے ، اگر روزہ دار

کو نیند میں احتلام کی وجہ سے انزال ہو جائے تو اس سے روزہ پر

کوئی اثر نہیں پڑے گا اور نہ روزہ دار پر کوئی ذمہ داری ہو گی ، ہاں

اسے غسل کرنا ہو گا ۔

جان بوجھ کر قے کرنا اور معدہ کی غذا منھ کے ذریعہ نکالنا ، اگر

خود بخود قے ہو جائے تو اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا :

نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد ہے :

"جسے قے مغلوب کر دے اس پر قضا نہیں ، اور جو جان بوجھ کر قے

کرے وہ قضا کرے "۔

(اس کو امام ابوداود اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے)

حیض یا نفاس کا خون آنا ، خواہ دن کے شروع میں آئے یا آخر

میں ، چاہے سورج ڈوبنے سے ذرا پہلے ہی کیوں نہ ہو ۔

بہتر یہ ہے کہ روزہ دار پچھنا نہ لگوائے تا کہ اس کا روزہ باطل ہونے کا اندیشہ نہ رہے، اسی طرح بہتر ہے کہ روزہ میں کسی کو خون نہ دے الا یہ کہ کسی بیمار کو ہنگامی طور پر ضرورت ہو ، ہاں اگر نکسیر یا کھانسی یا زخم یا ڈاڑھ نکلوانے یا اسی طرح کسی اور وجہ سے خون نکل آئے تو اس سے روزہ پر اثر نہیں پڑتا ہے ۔

عام احکام :

چاند دیکھ کر رمضان کا روزہ رکھنا فرض ہے ، اللہ تعالی کا فرمان ہے :

﴿ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾ (البقرة ١٨٥)

"تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیئے ۔"

رؤیت ثابت ھونے کے لئے ایک (عادل) معتبر مسلمان کی گواہی کافی ھے ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ھے فرمایا کہ :

" لوگ چاند دیکھنے لگے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو اطلاع دی کہ میں نے دیکھا ھے تو آپ نے خود روزہ رکھا ، اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا "۔

(اس کو امام ابوداود اور امام دارمی نے روایت کیا ھے)

ہر ملک میں روزہ کا معاملہ سربراہ مملکت کے ذمہ ھو گا ۔ چنانچہ جب وہ روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا حکم دے تو اس کی اطاعت واجب ھو گی ، اگر سربراہ حکومت مسلمان نہ ھو تو اسلامی مراکز ۔ وغیرہ ۔ کی مجلس کے فیصلہ پر عمل کیا جائے گا تا کہ مسلمانوں

کے اتحاد کا شیرازہ باقی رہے -

چاند دیکھنے میں آلات رصد کا استعمال جائز ہے لیکن رمضان کے آغاز یا روزہ کے اختتام کے لئے فلکیاتی حسابوں اور ستاروں کی رویت پر اعتماد کرنا جائز نہیں بلکہ خود چاند کی رویت ہی قابل اعتماد ہوگی ، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ ﴾ (البقرة ١٨٥)

"تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیئے - "

اور جو مکلف رمضان پالے اس پر روزہ رکھنا فرض ہے چاہے دن لمبا ہو یا چھوٹا رمضان کے روزوں کے آغاز کے لئے ہر شہر میں وہاں کے مطلع رؤیت ھلال کا اعتبار ہوگا ، یہی قول راجح ہے ، اس لئے کہ علماء کا اتفاق ہے کہ چاند کے مطلع الگ الگ ہیں ، اور یہ بات ہر

کوئی جانتا ہے ، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کا فرمان ہے:

" چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو ، اگر تم پر چھپا دیا جائے (کسی وجہ سے نظر نہ آئے) تو شعبان کے تیس (دن) مکمل کرو " ۔

(اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے)

روزہ دار کو رات ہی سے روزہ کی نیت کرنا ضروری ہے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا فرمان ہے :

" اعمال کا دار مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہوتی ہے " ۔ (متفق علیہ)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا فرمان ہے :

"جس نے رات سے روزہ کی نیت نہ کی اس کا روزہ قابل اعتبار نہیں " ۔

(اس کو امام احمد ، امام ابوداود ، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے)

رمضان میں بغیر کسی شرعی عذر کے روزہ نہ رکھنا جائز نہیں ہے شرعی عذر یہ ہے کہ کوئی بیمار ہو یا مسافر ہو یا عورت حالت حیض یا نفاس یا حمل یا رضاعت میں ہو

ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ (البقرة ١٨٤)

"تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا مسافر ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کرلے - "

چنانچہ جس مریض پر روزہ دشوار ہو اور وہ مفطرات سے دور نہ رہ سکتا ہو یا دور رہنے کی صورت میں اسے نقصان ہو اسے رمضان میں

روزہ نہ رکھنے کی اجازت ھے پھر بعد میں اتنے ہی دن قضا کرے گا جتنے دن اس نے روزے نہ رکھے تھے ۔

حاملہ خاتون یا دودھ پلانے والی خاتون اگر صرف اپنی جان کا اندیشہ محسوس کریں تو روزہ چھوڑ دیں گی اور تمام علماء کے اجماع کے مطابق انھیں قضا کرنی پڑے گی اس لئے کہ وہ دونوں اس مریض کے حکم میں ہیں جسے اپنی جان کا اندیشہ ھو ۔

اگر انھیں اپنی جانوں کے ساتھ اپنے بچوں کا بھی اندیشہ ھو یا صرف اپنے بچوں کا ڈر ھو تو بھی وہ دونوں روزہ چھوڑ دیں گی اور انھیں قضاء کرنی پڑے گی اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ھے کہ :

" اللہ تعالی نے مسافر سے آدھی نماز اور روزہ معاف کر دیا ھے اور

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے بھی (نماز اور روزہ معاف کیا ہے) " -

(اس کو امام نسائی ، اور امام ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے - یہ حدیث حسن ہے)

رہا بوڑھا مرد یا بوڑھی خاتون تو انھیں اس صورت میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے جب روزہ ان پر بہت دشوار ہو ، اور انھیں ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہو گا -

(س لئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عطاء سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ آیت تلاوت فرماتے سنا :)

﴿ وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ﴾ (البقرة ١٨٤)

"اور اس کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں - "

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتےہیں : یہ آیت منسوخ نہیں

ہے بلکہ یہ معمر مرد اور خاتون کےلئےہیں جو روزہ نہ رکھ سکتےہوں

وہ ہر دن کےبدلےایک مسکین کو کھانا کھلائیں گے ۔

روزہ چھوڑنےکی اجازت کے لئےسفر بھی عذر ہے حضرت انس

رضی اللہ عنہ سےروایت ہے کہ :

" ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کےساتھ سفر کرتےتھے ، تو (ہم

میں سے) روزہ دار غیر روزہ دار کو اور غیر روزہ دار ، روزہ دار کو

برا بھلا نہ کہتےتھے " (متفق علیہ)

پانچواں رکن : حج

تعریف :

عربی زبان میں حج کے معنی ارادہ کے ہیں ، کہا جاتا ہے:

حج فلان إلینا ، فلاں شخص نے ہم سے ملنا چاہا اور ہمارے پاس آیا ۔

شریعت میں حج سے مراد ہے : ایک خاص وقت میں ، ایک خاص طریقہ پر ، چند خاص شرطوں کے ساتھ عبادت کی ادائیگی کے لئے مکہ کا قصد کرنا ۔

حکم :

امت کا اجماع ہے کہ مستطیع پر زندگی میں ایک بار حج

فرض ہے ، نیز حج ان پانچ ارکان میں سے ایک ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے - ارشاد باری تعالی ہے :

﴿ وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِىٌّ عَنِ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٩٧﴾ ﴾ (آل عمران ۰۹۷)

"اللہ تعالی نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہیں اس گھر کا حج فرض کیا ہے اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالی (اس سے بلکہ) تمام دنیا سے بے پرواہ ہے - "

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد ہے :

" اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے ، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا ، نماز قائم کرنا ، زکوۃ ادا کرنا ، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا " - (متفق علیہ)

نیز حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا تھا :

" اے لوگو ! اللہ تعالی نے بیت اللہ کا حج کرنا تم پر فرض قرار دیا ہے لھذا حج کرو "- (اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے -)

فضلیت اور فرضیت کی حکمت :

حج کی فضیلت میں بہت سی نصوص وارد ہوئی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :

﴿ وَأَذِّن فِي ٱلنَّاسِ بِٱلْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالاً وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝٢٧ لِّيَشْهَدُواْ مَنَـٰفِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُواْ ٱسْمَ ٱللَّهِ فِيٓ أَيَّامٍ مَّعْلُومَـٰتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ ٱلْأَنْعَـٰمِ ۖ فَكُلُواْ مِنْهَا وَأَطْعِمُواْ ٱلْبَآئِسَ ٱلْفَقِيرَ ۝٢٨ (الحج ٠٢٧–٠٢٨)

"اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پیادہ بھی

آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راھوں سے آئیں گے ، اپنے فائدے حاصل کرنے کو آ جائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں پس ان میں سے تم خود بھی کھاؤ اور پریشان حال بھوکے کو بھی کھلاؤ ۔"

حج میں سارے مسلمانوں کے لئے بہت سے دنیوی اور اخروی فائدے ہیں ، چنانچہ اس میں بیک وقت بہت سی عبادتیں جمع ہو گئی ہیں جیسے کہ کعبہ کا طواف ، صفا مروہ کے درمیان سعی ، عرفات ، منی اور مزدلفہ کا وقوف ، رمی جمرات ، منی میں رات گزارنا ، قربانی کرنا ، سر کے بال مونڈنا ، اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنے کے لئے ، اس کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کرنا ، اس کی طرف پلٹتے ہوئے اس کا خوب کثرت سے ذکر کرنا ، اسی لئے حج گناھوں کے مٹانے

اور جنت میں داخلہ کا ایک اہم سبب ہے ۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں : میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو فرماتے سنا :

" جس نے اس طرح اس گھر کا حج کیا کہ اس میں کوئی شہوانی حرکت، اور کوئی گناہ نہ کیا وہ اپنے گناھوں سے اس طرح (پاک صاف) لوٹتا ہے جیسا کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدائش کے دن تھا " ۔

(اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے)

حضرت رضی اللہ عنہ ہی سے مزید روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا :

" ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ ان دونوں کے درمیان کے گناھوں کے لئے کفارہ کا باعث ھوتا ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت ہے " ۔

(اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے ۔)

انھیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل سب سے بہتر ہے ؟ آپ نے فرمایا : اللہ تعالی اور اس کے رسول پر ایمان لانا ، دریافت کیا گیا : پھر کونسا ؟ فرمایا : جہاد فی سبیل اللہ ، دریافت کیا گیا : پھر کونسا ؟ فرمایا : "حج مبرور " -(متفق علیہ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

" حج اور عمرہ کرتے رہا کرو ، اس لئے کہ وہ مفلسی اور گناھوں کو اسی طرح ختم کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو صاف کر دیتی ہے، اور حج مبرور کا ثواب صرف جنت ہی ہے "-

(اس کو امام ترمذی نے روایت کیا اورحسن صحیح کہا ہے -)

حج کے دیگر فوائد میں سے چند یہ ہیں :

سارے دنیا کے مسلمانوں کا اللہ تعالی کی محبوب ترین جگہ پر آپس میں ملنا جلنا ، ایک دوسرے سے جان پہچان اور نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا اور اذکار ، اقوال اور اعمال میں سب کے درمیان مساوات کانظارہ کرنا جس میں ان کے لئے عقیدہ ، عبادت ، مقصد اور ذریعہ میں اتحاد و اتفاق کی تربیت کا سامان ہے اور ان کے اس اجتماع سے پہچان ، اور ایک دوسرے سے تعارف اور نزدیکی ہوتی ہے ، اور ایک دوسرے کے حالات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَـٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَـٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ

﴿لِتَعَارَفُوٓاْۚ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٞ ﴿١٣﴾﴾

(الحجرات ٠١٣)

"اے لوگو ، ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور تمھیں کنبوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو ، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے ، یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے"۔

فرضیت کی شرطیں :

أ ۔ علماء کا اتفاق ہے کہ پانچ شرطیں پائی جانے کی صورت میں حج فرض ہوتا ہے جو یہ ہیں :

اسلام ، عقل ، بلوغت ، آزادی اور استطاعت ۔

خواتین پر حج کی فرضیت کےلئے محرم کا ھونا بھی شرط ھے ، اس لئے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

"کسی ایسی خاتون کےلئے جو اللہ تعالی اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ھو یہ جائز نہیں کہ بغیر محرم کے ایک دن کی مسافت کا سفر کرے "

۔ (متفق علیہ) ۔

فقہاء نے ان شرطوں کو تین قسموں میں بانٹا ھے :

پہلی قسم : فرضیت اور صحت (صحیح ھونے) کی شرطیں ، یہ اسلام اور عقل ھے۔

چنانچہ کافر اور پاگل پر حج فرض نہیں ھے نہ ان کا حج

صحیح ہے، اس لئے کہ وہ ان لوگوں میں شامل ہی نہیں جن کی عبادت معتبر ہوتی ہے۔

دوسری قسم : فرضیت اور ادائیگی کی شرطیں جو بلوغت اور آزادی ہیں صحیح ہونے کے لئے یہ دونوں شرط نہیں ہیں چنانچہ اگر بچے اور غلام نے حج کیا تو ان کا حج صحیح ہے لیکن فرض حج ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہو گا ۔

تیسری قسم : صرف فرضیت کی شرط جو کہ استطاعت ہے چنانچہ اگر غیر مستطیع نے مشقت اٹھا کر حج ادا کیا ، اور بغیر زاد راہ اور سواری کے چل پڑا تب بھی اس کا حج صحیح ہو گا ۔

ب ۔ حج میں نائب بنانے کا حکم :

علماء کا اتفاق ہے کہ جو حج ادا کرنے کی استطاعت سے پہلے مر گیا اس سے فرضیت ساقط ہو گئی لیکن جو استطاعت کے بعد مرا تو مرنے کی وجہ سے اس پر سے حج ساقط ہو گیا یا نہیں ؟

صحیح بات - ان شاء اللہ - یہی ہے کہ میت کے ذمہ سے حج ساقط نہیں ہوتا بلکہ اس کے وارثین پر ضروری ہے کہ اس کے مال سے اس کی جانب سے حج کریں ، خواہ اس نے اس کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو ، اس لئے کہ ٹھیک قرض کی طرح اس کی ادائیگی بھی اس پر فرض ہے - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ ایک خاتون نے حج کی نذر مانی تھی پھر اس کا انتقال ہو گیا ، اس کے بھائی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے جا کر دریافت کیا تو فرمایا : تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہاری ہمشیرہ کے ذمہ قرض ہو

تو تم اسے ادا کروگے ؟ اس نے کہا : ہاں ، فرمایا : اللہ تعالی کا حق ادا
کرو اس لئے کہ اللہ تعالی کا حق بدرجہ اولی ادا کیا جانا چاہیئے"۔
(اس کو امام نسائی نے روایت کیا ھے)

ج۔جس نے اپنا حج نہ کیا ھو کیا وہ دوسروں کی طرف سے حج کر سکتا ھے ؟

صحیح یہی ھے کہ جس نے پہلے خود اپنا حج نہ کیا وہ دوسرے کی
طرف سے حج نہیں کرے گا اس لئے کہ مشہور حدیث ھے کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا :
" لبیک عن شبرمۃ " شبرمہ کی طرف سے لبیک ، تو آپ نے دریافت
فرمایا : شبرمہ کون ھے ؟اس نے کہا : میرا بھائی یا میرا رشتہ دار ،
آپ نے فرمایا : کیا تم نے اپنا حج ادا کیا ھے ؟اس نے کہا : نہیں ،

فرمایا : پہلے اپنا حج کر لو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرنا "۔ (اس
کو امام احمد ، امام ابوداود ، امام ابن ماجہ ، امام بیہقی نے روایت کیا ہے ۔
اور صحیح قرار دیا ہے ۔)

اور صحیح یہ ہے کہ ایسے شخص کی جانب سے جو خود حج نہ کر
سکتا ہو حج کرنا صحیح ہے ۔

حضرت فضیل بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی وجہ سے
جس میں ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک خاتون نے دریافت کیا : اے
اللہ کے رسول ، میرے باپ پر سخت بڑھاپے کی حالت میں جب وہ
سواری پر جم نہیں سکتے ہیں حج فرض ہوا ، تو کیا میں ان کی طرف
سے حج کر لوں ؟ آپ نے فرمایا : ہاں ، یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے
(متفق علیہ ۔ اور یہ الفاظ امام بخاری کے ہیں)

د - حج فورًا واجب ھے یا تاخیر کی گنجائش ھے؟

علماء کا راجح قول یہی ھے کہ حج کی شرطیں پوری ھوتے ہی حج فورا فرض ھو جاتا ھے ، اللہ تعالی کا فرمان ھے :

﴿ وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِىٌّ عَنِ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٩٧﴾ ﴾ (آل عمران ٠٩٧)

"اللہ تعالی نے ان لوگوں پر جو اسکی طرف راہ پا سکتے ھوں اس گھر کا حج فرض کیا ھے"

اور فرمان الہی ھے :

﴿ وَأَتِمُّوا۟ ٱلْحَجَّ وَٱلْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ ﴾ (البقرة ١٩٦)

" حج اور عمرے کو اللہ تعالی کے لئے پورا کرو - "

یہ ساری آیتیں عام ہیں ، اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

" فریضۂ حج ادا کرنے میں جلدی کرو ، اس لئے کہ پتہ نہیں کہ تمھیں

کونسی رکاوٹ پیش آ جائے " ۔

اس کو امام ابوداود ، امام احمد اور امام حاکم نے روایت کیا اور صحیح قرار دیا

(ہے ۔)

حج کے ارکان

حج کے ارکان چار ہیں :

١ ۔ احرام

٢ ۔ وقوف عرفات

٣ ۔ طواف زیارت

٤ ۔ صفا مروہ کے درمیان سعی

ان ارکان کی ادائیگی کے بغیر حج مکمل ہی نہیں ھوتا ۔

پہلا رکن : احرام

تعریف : احرام ، عبادت (حج و عمرہ) میں داخل ھونے کی نیت کو کہتے ہیں ۔

حج کے احرام کی دو طرح میقات کی میقاتیں ہیں : زمانی میقاتیں ، مکانی میقاتیں ۔

زمانی میقاتیں : حج کے مہینے ہیں جن کے بارے میں ارشاد باری تعالی ھے :

﴿ ٱلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَـٰتٌ ﴾ (البقرة ١٩٧)

" حج کے مہینے مقرر ہیں "

یہ مہینے شوال ، ذوالقعدہ اور ذوالحجۃ ہیں ۔

مکانی میقاتیں : اس سے مراد وہ حدیں جنھیں احرام کے بغیر

پار کرنا حاجی کے لئے جائز نہیں - یہ پانچ ہیں :

پہلی : ذوالحلیفہ ، یہ اب " آبار علی " کہلاتی ھے یہ اھل مدینہ کی

میقات ھے اور مکہ سے اسکا فاصلہ ۴۳۶ کیلومیٹر ھے -

دوسری : جحفہ یہ ایک دیہات کا نام ھے ، بحراحمر سے اس کا فاصلہ

۱۰ کیلومیٹر اور مکہ سے ۱۸۰ کیلو میٹر یعنی ۱۲۰ میل ھے ، یہ

مصر ، شام ، مغرب ، پھر اس کے پیچھے واقع ممالک جیسے اندلس ،

روم اور تکرور والوں کی میقات ھے ، آج کل لوگ " رابغ " سے احرام

باندھتے ہیں جو تقریبا اس کے محاذی واقع ھے -

تیسری : یلملم : جسے اب " سعدیہ " کہا جاتا ھے ، یہ تھامہ کے

پہاڑی سلسلہ کا ایک پہاڑ ہے ، اور مکہ سے ۷۳ کیلو میڑ یعنی ۴۸ میل دور ہے یہ جاوا ، ھندوستان ، اور چین والوں کی میقات ہے ۔

چوتھی : قرن المنازل : یہ اب " سیل کبیر "کہلاتی ہے مکہ سے اس کا فاصلہ ۷۲ کیلومیڑ ہے یعنی ۴۸ میل ہے اور نجد اور طائف والوں کی میقات ہے ۔

پانچویں : ذات عرق : یہ اب ضربیہ کہلاتی ہے اس کا یہ نام اس لئے کہ وہاں ایک چھوٹا سا پہاڑ (عرق) ہے مکہ سے اس کا فاصلہ ۷۲ کیلو میڑ یعنی ۴۸ میل ہے یہ مشرق عراق اور ایران والوں کی میقات ہے ۔

حج اور عمرہ کرنے والوں کے لئے احرام کے بغیر ان حدوں کو پار کرنا جائز

نہیں ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے خود ان کو بیان کیا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے فرمایا کہ :

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ ، اہل شام کے لئے جحفہ ، اہل نجد کے لئے قرن المنازل اور اہل یمن کے لئے یلملم کو میقات قرار دیا ،یہ میقات ان ملکون کے لئے اور ان ملکوں کے علاوہ کے جو حج و عمرہ کرنے والے ان ملکوں سے گزریں ان سب کے لئے ہیں ، اور جو ان کے اندر ہوگا وہ جہاں ہو گا وہیں سے حج شروع کرے گا -یہاں تک کہ اہل مکہ مکہ سے حج شروع کریں گے (احرام باندھیں گے) " -

(متفق علیہ- اورامام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)

کہ " اہل عراق کی میقات ذات عرق ہے "

جس کا اپنے راستہ میں کسی میقات پر سے گزر نہ ھو وہ اپنے راستہ سے قریب ترین میقات کے برابر ھونے پر احرام باندھے گا - اسی طرح جو جہاز سے سفر کرے وہ فضا میں ان میں سے جس میقات کے برابر ھو گا وہاں سے احرام باندھے گا ، بعض حجاج جدہ ائرپورٹ پر اتر کر احرام باندھتے ہیں اس طرح تاخیر کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ جدہ صرف جدہ والوں کے لئے یا جس نے وہاں رہتے ھوئے حج یا عمرہ کی نیت کی ان ہی کے لئے میقات ھے ، جدہ کے علاوہ شہر کا جو شخص جدہ سے احرام باندھے اس نے میقات سے احرام باندھنے کا واجب چھوڑ دیا اس لئے اس پر فدیہ واجب ھو گا -

اسی طرح جو بغیر احرام کے میقات پار کر جائے وہ دوبارہ میقات پر لوٹے گا ، اگر دوبارہ میقات پر لوٹے بغیر احرام باندھ لیا تو اسے فدیہ دینا

هوگا چاهے تو ایک بکری ذبح کرے یا اونٹ یا گائے کے ساتویں حصہ میں شریک هو اور اسے حرم کے فقیروں کے میں تقسیم کر دے خود اس میں سے کچھ نہ کھائے

احرام کا طریقہ : احرام سے پہلے اس کے لئے تیاری کرنا ضروری ہےاس طرح کہ صاف ستھرا هو کر غسل کرے ، جو بال نکلوانے ہیں انھیں صاف کرے ، اپنے جسم پر خوشبو لگائے ، مرد سلے هوئے کپڑے اتار دے اور دو صاف ستھری سیفد چادروں کو تہبند اور ازار بنا کر پہن لے -

صحیح بات یہ ہے کہ احرام کی کوئی خاص نماز نہیں ہے لیکن اگر کسی فرض نماز کا وقت هو رہا هو تو اس کے بعد احرام باندھے اس

لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے نماز کے بعد احرام باندھا تھا ۔

پھر حج کی تینوں قسموں (تمتع ، قران ، افراد) میں سے جس کا چاہے احرام باندھے۔ ۔ تمتع : یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا جائے ، پھر اس سے فارغ ہو کر اسی سال حج کا احرام باندھے ۔

قران : یہ ہے کہ عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھے یا عمرہ کا احرام باندھے پھر عمرہ کا طواف شروع کرنے سے پہلے حج کی نیت کرلے، اس طرح میقات سے یا طواف شروع کرنے سے پہلے حج اور عمرہ کی نیت کرلے، اور ان دونوں کے لئے طواف اور سعی کرے ۔

افراد : یہ ہے کہ میقات سے صرف حج کا احرام باندھے اور حج

کے اعمال کی ادائیگی تک اسی احرام میں باقی رہے۔

اگر تمتع اور قران کرنے والا مکہ کا رہائشی نہ ہو تو اسے مکہ میں رہنے والا نہ ہو تو متمتع اور قارن فدیہ دینا ہوگا ۔

اس میں اختلاف ہے کہ تینوں میں سے کونسی قسم افضل ہے ؟

محقق علماء کے نزدیک تمتع زیادہ افضل ہے ۔

ان میں سے ہر قسم کا احرام باندھ لینے کے بعد تلبیہ پڑھے گا جو اس طرح ہے :

" لبیک ، اللھم لبیک ، لبیک لاشریک لک لبیک ، إن الحمد و النعمۃ لک و الملک ، لا شریک لک " ۔

میں حاضر ہوں ، اے اللہ ، میں حاضر ہوں ، میں حاضر ہوں ، آپ کا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں ، یقینا ساری تعریفیں ،

ساری نعمتیں اور ہر طرح کی بادشاہی آپ ہی کےلئے سزاوار ہے ،

آپ کا کوئی شریک نہیں ۔

پھر خوب کثرت سے تلبیہ پڑھے اور مرد باآواز بلند پڑھے ۔

احرام کے ممنوعات : یعنی وہ چیزیں جنھیں احرام کی حالت میں

کرنا منع ہے

یہ نو شرطیں ہیں :

پہلی : بدن کے کسی حصہ کے بال ، مونڈ کر یا کسی اور طریقہ سے

نکالنا ، اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

﴿ وَلَا تَحۡلِقُواْ رُءُوسَكُمۡ حَتَّىٰ يَبۡلُغَ ٱلۡهَدۡيُ مَحِلَّهُۥۚ ﴾ (البقرة ۱۹۶)

"اور اپنے سر نہ منڈواو جب تک کہ قربانی قربان گاہ تک نہ پہنچ

جاـــئے ۔"

دوسری : ناخن تراشنا ، اس لئے کہ اس سے راحت حاصل ھوتی ـــھے لھذا یہ بھی بال نکالنے کی طرح ھوا جو کسی عذر کی وجہ سے جائز ـــھے ورنہ نہیں جس طرح بال نکالنے کا معاملہ ـــھے ۔

تیسری : سر ڈھانپنا ، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے محرم (احرام والے) کو پگڑی باندھنے سے منع کیا ـــھے ، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے اس فرمان کی وجہ سے جو آپ نے اس حاجی کے بارـــے میں جس کو اس کی اونٹنی نے کچل دیا تھا فرمایا تھا کہ :

" اسکا سر نہ ڈھانپو ، اس لئے کہ وہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ھوـــئے اٹھے گا " ۔

(اس کو امام بخاری اورامام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے :

" مرد کا احرام اس کے سر میں اور عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہوتا ہے ۔" (اس کو امام بیہقی نے اچھی سند سے روایت کیا ہے۔)

چوتھی : مرد کے لئے موزے یا سلے ہوئے کپڑے پہننا ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے پوچھا گیا کہ محرم کیا پہنے گا ؟ فرمایا : محرم قمیص، دستار ، ٹوپی ، پاجامہ ، زغفران یا ورس (خوشبو) لگا ہوا کپڑا اور موزے نہیں پہنے گا ۔ الایہ کہ اس کے پاس جوتے نہ ہوں تو موزے کاٹ لے گا تاکہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائے۔ اس کو امام بخاری اور امام

مسلم نے روایت کیا ھے ۔

پانچویں : خوشبو ، اس لئے کہ نبی کریم ۔ صلی اللہ علیہ و سلم ۔ نے ایک شخص کو خوشبو دھونے کا حکم دیا تھا جیسا کہ حضرت صفوان بن یعلی بن امیہ کی حدیث میں ھے ۔ (اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ھے) اور جس محرم کو اس کی اونٹنی نے کچل دیا تھا اس کے بارے میں فرمایا : " اس کو خوشبو نہ لگاؤ ۔ ۔ ۔(اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ھے ۔ اور امام مسلم نے یہ بھی روایت کیا ھے ۔)

" اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ " ۔

اس لئے احرام باندھنے کے بعد محرم کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے پورے بدن یا کسی حصہ کو خوشبو لگائے ، جیسا کہ حضرت ابن عمر کی

پچھلی حدیث گزری ہے -

چھٹی : خشکی کے (جنگلی) جانور کو قتل کرنا :

اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَقۡتُلُواْ ٱلصَّيۡدَ وَأَنتُمۡ حُرُمٌ ﴾ (المائدة ٩٥)

"اے ایمان والو ، (وحشی) شکار کو قتل مت کرو جب تک کہ تم حالت احرام میں ہو"

نہیں -

اس لئے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے :

﴿ وَحُرِّمَ عَلَيۡكُمۡ صَيۡدُ ٱلۡبَرِّ مَا دُمۡتُمۡ حُرُمًا ﴾ (المائدة ٩٦)

" اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام کر دیا گیا ہے جب تک کہ حالت احرام میں ہو-"

ساتویں : عقد نکاح چنانچہ محرم نہ شادی کرے گا اور نہ بحیثیت

ولی یا وکیل کسی کی شادی کرائے گا اس لئے کہ حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ھے کہ :

" محرم نکاح کرے ، نہ نکاح کرائے ، نہ منگنی کرے " ۔

(اس کو امام مسلم نے روایت کیا ھے ۔)

آٹھویں : شرمگاہ میں صحبت کرنا اس لئے کہ اللہ تعالی کا فرمان ھے:

﴿ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ ٱلْحَجَّ فَلَا رَفَثَ ﴾ (البقرة ١٩٧)

"جو شخص ان میں حج لازم کرلے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے ،

گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رھے ۔ "

حضرت ابن عباس ۔ رضی اللہ عنہ ۔ نے فرمایا :

"رفث" سے مراد جماع ھے اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد ھے:

﴿ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ ٱلصِّيَامِ ٱلرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ﴾ (البقرۃ ۱۸۷)

"روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے ۔"

نویں : شرمگاہ کے علاوہ میں شہوت کے ساتھ جماع کرنا ، یا چھونا ، یا بوسہ لینا یا دیکھنا ، اس لئے کہ یہ حرام جماع تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اس لئے یہ بھی حرام ہے ۔

ان پابندیوں میں خواتین مردوں کی طرح ہیں ، چنانچہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہو گا اور برقعہ یا نقاب وغیرہ سے چہرہ ڈھانپنا اس کے لئے جائز نہیں ، اس طرح دستانے پہننا بھی جائز نہیں اس لئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ :

" محرم خاتون نقاب نہ لگائے اور دستانے نہ پہنے " ۔(اس کو امام بخاری نے

روایت کیا ھے۔)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

" خاتون کا احرام اس کے چہرے میں ھے " - (اس کو امام بیہقی نے بہتر سند سے روایت کیا ھے اورحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ھے کہ :)

" ھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ حالت احرام میں تھیں سوار ھمارے پاس سے گزرتے تھے جب وہ ھمارے برابر آ جاتے تو ھم اپنی چادر سر سے چہرے پر لٹکا لیتیں ، جب وہ آگے بڑھ جاتے تو چہرہ کھول لیتیں "- (اس کو امام ابوداود ، امام ابن ماجہ ، امام احمد نے روایت کیا ھے - اور اس کی سند حسن ھے -)

محرم مرد کی طرح خواتین کے لئے بھی بال نکالنا ، ناخن تراشنا ، شکار

کو قتل کرنا وغیرہ حرام ھے اس لئے کہ خطاب (فرمان الہی) عام ھے جس میں (مردوں کے ساتھ) خواتین(بھی) شامل ہیں سوائے سلے کپڑے اور موزے پہننے ، اورسر ڈھانپنے کے -

دوسرا رکن : **عرفات میں وقوف کرنا** ، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا فرمان ھے کہ :

" حج عرفہ (میں ٹھہرنے) کا نام ھے " -(اس کو امام احمد اور اصحاب السنن نے روایت کیا ھے -)

تیسرا رکن : **طواف افاضہ (زیارت)** اس لئے کہ فرمان باری تعالی ھے :

﴿ وَلۡيَطَّوَّفُواْ بِٱلۡبَيۡتِ ٱلۡعَتِيقِ ۝٢٩ ﴾ (الحج ٢٩)

"اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں - "

چوتھا رکن : **سعی** ، اس لئے کہ فرمان نبی - صلی اللہ علیہ و سلم -
ہے :

"سعی کرو، اس لئے کہ اللہ تعالی نے تم پر سعی کرنا فرض قرار دیا ہے "
- اس کو امام احمد اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے -

واجبات حج :

حج کے واجبات سات ہیں :

١ - میقات سے احرام باندھنا -

٢ -عرفات میں سورج ڈوبنے تک وقوف کرنا ، اس شخص کے لئے جو دن میں وقوف کرے-

٣ - مزدلفہ میں رات گزارنا -

۴ - ایام تشریق کی راتیں منی میں گزارنا -

۵ - جمرات کی رمی کرنا -

۶ - سر بال مونڈنا یا بال چھوٹے کروانا -

۷ - طواف وداع کرنا -

حج کا طریقہ :

جو شخص حج کا ارادہ کرے اس کے لئے مستحب ھے کہ غسل جنابت کی طرح غسل کرے ، اپنے جسم پر جیسے سر میں اور داڑھی میں خوشبو لگائے اور دو سفید چادریں پہن لے، عورت جو لباس چاھے پہن سکتی ھے بشرطیکہ اس سے زینت کا اظہار نہ ھو-

پھر جب میقات پر پہنچے تو اگر فرض نماز کا وقت ھو تو فرض ادا کرے پھر اس کے بعد احرام باندھے اور اگر فرض کا وقت نہ ھو تو تحیۃ الوضوء کی نیت سے دو رکعتیں پڑھے احرام کی سنت کی نیت نہ کرے اس لئے کہ احرام کی سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ھے ۔

نماز سے فارغ ھو کر عبادت (حج) میں داخل ھونے کی نیت کرے ، اگر متمتع ھو تو " لبیک اللھم عمرۃ " کہے ، اگر مفرد ھو تو " لبیک اللھم حجا " کہے اور اگر قارن ھو تو " لبیک اللھم حجۃ في عمرۃ " کہے مرد اسے باآواز بلند کہے گا اور عورت آہستہ ، پھر بکثرت تلبیہ پڑھتے رہنا سنت ھے ۔

جب مکہ پہنچ جائے تو طواف سے آغاز کرے طواف کا آغاز

حجر اسود سے ہو گا ۔

اس طرح کہ کعبۃ اللہ طواف کرنے والے کی بائیں جانب ہو ، پھر حجر اسود کی طرف جائے اور بآسانی ممکن ہو تو اسے چومے یا اس کا استلام کرے (یعنی اپنے داہنے ہاتھ سے اسے چھوئے) ورنہ اس کی طرف اشارہ کرکے اللہ اکبر کہے اور یہ کہے :

اللھم إیمانا بک و تصدیقا بکتابک و وفاء بعھدک و اتباعا لسنۃ نبیک۔ صلی اللہ علیہ و سلم ۔

اے اللہ ، آپ پر ایمان رکھتے ہوئے ، آپ کی کتاب کو سچ مانتے ہوئے ، آپ سے کئے ہوئے عھد کو نبھاتے ہوئے ، اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے ، (یہ طواف شروع کر رہا ہوں) ۔ پھر سات چکر لگائے ، اور جب بھی رکن

یمانی پر سے گزرے تو صرف استلام کرے چومے نہیں -

مسنون ہے کہ مرد طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں رمل کرے

- یعنی قریب قریب قدم رکھتا ہوا تیز چال چلے - اس لئے کہ حضرت

ابن عمررضی اللہ عنہما کی متفق علیہ حدیث میں ہے جب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے طواف قدوم کیا تو پہلے تین چکروں میں تیز

چلے اور باقی چار میں عام چال سے -

اسی طرح طواف میں " اضطباع " مسنون ہے ، اضطباع یہ ہے کہ

دائیں کندھے کے نیچے سے احرام کی چادر نکال کر بائیں مونڈھے پر

ڈال لی جائے اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی

حدیث میں ہے کہ :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اور آپ کے صحابہ نے اضطباع کیا اور

تین چکروں میں رمل کیا " ۔ اضطباع صرف طواف کے سات چکروں تک مسنون ھے نہ اس سے پہلے مسنون ھے نہ اس کے بعد میں ۔

طواف کے درمیان جو چاھے خشوع اور حضوریٔ قلب کے ساتھ مانگے، اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ پڑھے ۔

﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْأَخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴾ (البقرة ٢٠١)

"اے ھمارے رب ، ھمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ھمیں عذاب جہنم سے نجات دے ۔"

ہر چکرمیں کوئی خاص دعا پڑھنے کی کوئی دلیل نہیں ھے بلکہ ایساکرنا بدعت ھے۔

طواف کی تین قسمیں ہیں :

طواف افاضہ ، طواف قدوم ، اور طواف وداع ، طواف زیارت رکن ھے ، طواف قدوم سنت ھے ، طواف وداع راجح قول کے مطابق واجب ھے -

طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراھیم کے پیچھے جا ھے کچھ دور ہی ہو دو رکعتیں پڑھے - پہلی میں ﴿ قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ ۝١ ﴾ اور دوسری میں ﴿ قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ۝١ ﴾ پڑھے ، ان دونوں رکعتوں کو ہلکی پڑھنا مسنون ھے - جیسا کہ سنت وارد ھے -

پھر صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگائے ، صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم ،

مسنون ھے کہ جب صفا پر آئے تو یہ آیت پڑھے :﴿ إِنَّ ٱلصَّفَا وَٱلۡمَرۡوَةَ مِن شَعَآئِرِ ٱللَّهِۖ فَمَنۡ حَجَّ ٱلۡبَيۡتَ أَوِ ٱعۡتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَاۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيۡرٗا فَإِنَّ ٱللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾ ﴾ (البقرة ١٥٨)

" صفا اور مروہ اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ہیں اس لئے بیت اللہ کا حج و عمرہ کرنے والے پر انکا طواف کر لینے میں بھی کوئی گناہ نہیں،اپنی خوشی سے بھلائی کرنے والوں کا اللہ تعالی قدردان ھے اور انھیں خوب جاننے والا ھے ۔"

"أبدأ بما بدأ اللہ بہ " میں اسی سے شروع کر رہا ھوں جس سے اللہ تعالی نے آغاز فرمایا تھا ۔

پھر صفا پر چڑھے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر قبلہ رخ ھو کر اللہ تعالی

کی توحید ، بڑائی اور حمد و بیان کرے اور کہے :

(الله أكبر ، الله أكبر ، الله أكبر ، لا إله إلا الله وحده لا شريك له ، له

الملك و له الحمد ، يحيى

و يميت و هو على كل شئ قدير) ، لا إله إلا الله وحده ، أنجز وعده ،

و نصر عبده ، و هزم

الأحزاب وحده) "

الله تعالی سب سے بڑے ہیں ، الله تعالی سب سے بڑے ہیں ، الله

تعالی سب سے بڑے ہیں ، تنہا الله تعالی کے علاوہ کوئی معبود بر حق

نہیں ، ان کا کوئی شریک نہیں ، ان ہی کے لئے بادشاہت ہے اور ان

ہی کے لئے ساری تعریفیں ہیں ، وہی جلاتے اور وہی مارتے ہیں ، اور وہ ہر

چیز پر قادر ہیں ، تنہا اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ، جنھوں نے

اپنا وعدہ پورا کر دکھایا ، اپنے بندے کی مدد فرمائی ، اور اکیلے سارے گروھوں کو شکست دی ۔ پھر دنیا و آخرت کی جو بھلائیاں چاھے مانگے اور تین مرتبہ یہ دعا پڑھے ۔

پھر مروہ کی طرف بڑھتے ھوئے نیچے اترے ، مردوں کے لئے مسنون ھے کہ اگر آسانی سے کسی کو تکلیف پہنچائے بغیر ممکن ھو تو دونوں سبز نشانوں کے درمیان تیزی سے دوڑے ، جب مروہ تک پہنچ جائے تو اس پر چڑھے اور قبلہ رخ ھو کر دونوں ھاتھ اٹھا کر اسی طرح کہے جس طرح صفا پر کہا تھا ۔

اگر سعی میں یہ دعا کرے : " رب اغفر و ارحم إنک أنت الأعز الأکرم "

اے پروردگار ، میری مغفرت فرمائیے اور مجھ پر رحم فرمائیے ، بے شک

آپ سب سے زیادہ عزت والے اور سب سے زیادہ کرم کرنے والے ہیں تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے ۔

مستحب ہے کہ طہارت کی حالت میں سعی کرے ، لیکن اگر بغیر طہارت کے سعی کی تب بھی ہو جائیگی ،اگر حائضہ عورت (حالت حیض میں) سعی کرے تب بھی ہو جائیگی ، اس لئے کہ سعي میں طہارت شرط نہیں ہے ۔

سعی مکمل کرنے کے بعد ۔ اگر متمتع ہو تو ۔ پورے سر کے بال چھوٹے کرائے ، عورت ایک پور کے برابر بال کاٹےگی ، اور اگر قارن یا مفرد ہو تو احرام ہی کی حالت میں رہے گا یہاں تک کہ دس ذوالحجہ کو جمرۂ عقبہ پر رمی کے بعد حلال ہو جائے ۔

جب آٹھ ذوالحجہ یعنی یوم الترویہ ہو تو متمتع چاشت کے وقت قیام گاہ سے حج کا احرام باندھے گا ، اہل مکہ میں سے جو لوگ حج کرنا چاہیں وہ بھی ایسا ہی کریں گے ، اور پہلے احرام کے وقت غسل اور بدن وغیرہ کی جس طرح صفائی کی تھی اب بھی کرے گا ، احرام کے لئے مسجد حرام میں جانا مسنون نہیں ہے ، اس لئے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے وارد ہے اور نہ آپ نے صحابہ کرام کو اس بات کا حکم دیا تھا ، جیسا کہ ((صحیحین) میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے صحابہ سے فرمایا تھا :

"یوم الترویہ تک بغیراحرام کے رہو جب یوم الترویہ ہو تو حج کا احرام باندھو۔ ۔ ۔ "الحدیث ،

(اور امام مسلم نے انھیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ)

" جب ہم نے احرام باندھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے حکم دیا تھا کہ جب ہم منی جانے لگیں تو احرام باندھیں چنانچہ ہم نے ابطح (نامی محلہ) سے احرام باندھا تھا " - احرام باندھتے وقت متمتع (لبیک حجا) کہے -

مستحب یہ ہے کہ منی جائے اور وہاں ظہر ، عصر ، مغرب ، عشاء اپنے اپنے وقت میں قصر پڑھے - اور یہ بھی مستحب ہے کہ عرفہ کی رات وہاں گزارے ، اس کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے - (جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے -)

نویں ذوالحجہ عرفہ کے دن سورج نکلنے کے بعد عرفہ روانہ ہو ، اور اگر بآسانی ممکن ہو تو زوال تک نمرہ میں رکا رہنا مستحب ہے اس لئے کہ

آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے ایسا ہی کیا تھا ، اگر آسانی سے ممکن نہ
ہو تو عرفات میں اترنے میں بھی کوئی حرج نہیں - زوال آفتاب کے بعد
- ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں ایک ساتھ ادا کرے ، پھر
عرفات میں وقوف کرنے کی جگہ جائے ، اگر باآسانی ہو سکے تو
جبل رحمت کو اپنے اور قبلہ کے درمیان رکھے یہ افضل ہے ورنہ قبلہ رخ
ہو کر ، جبل رحمت کی طرف رخ نہ کرے ، وہاں سارے کام
چھوڑ چھاڑ کر ذکر،تلاوت اور ہاتھ اٹھا کر خوب گریہ و زاری کے ساتھ
دعا میں لگ جانامستحب ہے اس لئے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ
کی حدیث میں ہے کہ

" میں عرفات میں نبی کریم - صلی اللہ علیہ و سلم - کے پیچھے
(اسی سواری پر) سوار تھا آپ نے دعا کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ

اٹھائے ،آپ کی اونٹنی جھکی اور اسکی نکیل گر گئی تو آپ نے ایک

ہاتھ سے اس کی نکیل اٹھائی لیکن دوسرا ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے رکھا"

(اس کو امام نسائی نے روایت کیا ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ :)

" سورج غروب ہونے اور زردی کے غائب ہو جانے تک آپ برابر

کھڑے کھڑے دعا فرماتے رہے " -

عرفات کے دن کی دعا سب سے بہتر دعا ہے -نبی کریم صلی اللہ

علیہ و سلم نے فرمایا :

" سب سے بہتر دعا عرفات کے دن کی دعا ہے ، اور میں نے اور مجھ

سے پہلے سارے انبیاء نے جو سب سے اچھی بات کہی وہ یہ ہے :

(لا إلہ إلا اللہ وحدہ لا شریک لہ ، لہ الملک و لہ الحمد ، و ھو علی کل

شئ قدیر)

تنہا اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ،ان کا کوئی شریک نہیں، ان ہی کے لئے بادشاہت ہے اور ان ہی کے لئے ہر طرح کی تعریفیں سزاوار ہیں ، اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں ۔(اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے ۔) دعا کرنے والے کو چاہیئے کہ اپنی ذلت ، عاجزی اور محتاجی کا اظہار کرے اور اس عظیم ترین موقعہ کو نہ گنوائے ، رسول اللہ ۔ صلی اللہ علیہ و سلم ۔ فرماتے ہیں :

((عرفات کے دن سے زیادہ کسی دن اللہ تعالی جہنم سے بندہ کو آزاد نہیں کرتے ہیں ، اور اللہ عز و جل قریب آ جاتے ہیں اور عرفات میں حاضر حاجیوں کے ذریعے فرشتوں پر فخر کرتے ہیں ، اور ان سے پوچھتے ہین : یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ "۔

(اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)

جب سورج غروب هو جائے تو وقار اور اطمینان کے ساتھ مزدلفہ کی طرف روانہ هو اس لئے کہ نبی کریم - صلی اللہ علیہ و سلم - نے فرمایا :

" لوگو ، اطمینان سے چلو " (اس کو امام مسلم نے روایت کیا ھے -)

مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء ایک ساتھ تاخیر سے مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی دو رکعتیں پڑھے دونوں مزدلفہ ہی میں پڑھے ہاں اگر عشاء کا وقت نکلنے کا اندیشہ هو تو جہاں موقعہ هو پڑھ سکتا ھے -

مزدلفہ میں رات میں سو جائے اور رات میں نماز وغیرہ کے ذریعہ شب بیداری نہ کرے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے رات جاگ کر نہیں گزاری تھی -

(جیسا کہ امام مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ - رضی اللہ عنہ - سے روایت

کیا ہے)

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم مزدلفہ پہنچے تو وہاں مغرب اور عشاء ایک آذان اور دو اقامتوں سے ادا کی اور ان کے درمیان سنتیں نہیں پڑھی پھر صبح صادق تک لیٹے رہے ۔

کمزوروں اور عذر والوں کے لئے آدھی رات کو چاند غروب ہونے کے بعد رمی جمرات کے لئے مزدلفہ سے منی روانہ ہونا جائز ہے ، لیکن جو خود کمزور نہ ہو یا کمزور کے ساتھ نہ ہو وہ صبح صادق تک مزدلفہ میں رکا رہے گا ، آج کل بہت سے لوگ صرف آرام کی خاطر رات کے شروع میں ہی رمی کے لئے دوڑ لگا دیتے ہیں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی سنت کے خلاف ہے ۔

حاجی مزدلفہ میں فجر پڑھ کر مشعر حرام کے پاس وقوف کرے گا

قبلہ رو ھو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر خوب دعائیں مانگے گا یہاں تک کہ اچھی طرح روشنی ھو جائے - مزدلفہ میں جہاں بھی وقوف کرلے جائز ھے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :

" میں نے یہاں وقوف کیا ھے اور مزدلفہ پورا کا پورا ہی وقوف کی جگہ ھے"-

(اس کو امام مسلم نے روایت کیا ھے -)

پھر حجاج یوم النحر کو طلوع آفتاب سے پہلے منی کے لئے روانہ ھوں گے ، وہاں جمرۂ عقبہ - مکہ سے قریبی جمرہ - کو سات کنکریاں مارے گا ، ہر کنکری چنے سے ذرا بڑی ھو ، علماء کا اجماع ھے کہ اس کو ہر سمت سے مارا جا سکتا ھے ، افضل ھے کہ کعبہ کو بائیں اور منی کو دائیں رکھ کر رمی کرے اس لئے کہ حضرت ابن

مسعود - رضی اللہ عنہ - کی حدیث میں ہے کہ وہ جمرہ کبری پر پہنچے تو کعبہ کو اپنے بائیں اور منی کو اپنے دائیں رکھتے ہوئے سات کنکریاں ماریں اور فرمایا :

" جس ذات پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی اس (یعنی محمد صلی اللہ علیہ و سلم) نے اسی طرح رمی کی تھی " - (متفق علیہ -)

بڑی بڑی کنکریاں یا جوتوں اور چپلوں سے رمی کرنا جائز نہیں ، جمرۂ عقبہ پر رمی کے بعد تلبیہ پڑھنا بند ہو جائیگا -

سنت یہ ہے کہ حاجی پہلے رمی کرے ، پھر اگر متمتع یا قارن ہو تو ھدی ذبح کرے پھر سر کے بال منڈوائے یا کٹوائے ، اور سر منڈوانا افضل ہے اس لئے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ و سلم نے سر منڈوانے والوں کے لئے تین مرتبہ اور بال کٹوانے والوں کے لئے صرف ایک مرتبہ

رحمت اور مغفرت کی دعا کی تھی۔ (جیسا کہ امام مسلم کی روایت میں ہے۔)

پھر حاجی طواف زیارت کے لئے خاطر کعبہ جائے گا ۔

مسنون طریقہ یہی ہے ، اس لئے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے میں ہے کہ :)

" نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم درخت کے پاس واقع جمرہ پر آئے اس کو وادی کے اندر سے سات کنکریاں ماریں ، ہر کنکری جو چنے کے برابر تھیں ۔ کو پھینکتے ہوئے اللہ اکبر فرماتے ، پھر قربان گاہ تشریف لے گئے اور قربانی فرمائی ، پھر سوار ہو کر کعبۃ اللہ پہنچے اور مکہ میں ظہر ادا کی ۔

جو ان اعمال میں سے کسی کو آگے پیچھے کر دے تو اس میں کوئی

حرج نہیں ، اس لئے کہ (امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے حجۃ الوداع کے بارے میں روایت کیا ہے کہ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے وقوف فرمایا ،لوگ آپ سے پوچھتے جاتے تھے ، بیان کیا کہ :

" اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے جس عمل کو آگے یا پیچھے کئے جانے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا :کرتے رھو ، کوئی حرج نہیں " ۔

اگر حاجی متمتع ہے تو کعبۃ اللہ کا طواف کرنے کے بعد سعی کرے گا ، اس لئے کہ پہلی سعی عمرہ کی تھی لھذا اب حج کی سعی کرے گا ، اور اگر مفرد یا قارن ھو گا اور طواف قدوم کے بعد سعی کی تھی تو دوبارہ سعی نہیں کرے گا ۔ اس لئے کہ حضرت جابر رضی اللہ

عنہ نے فرمایا :

" نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم اور آپ کے صحابہ نے صفا اور مروہ کے درمیان صرف ایک ہی بار پہلی مرتبہ سعی کی تھی " - (اس کو امام مسلم نے روایت کیا ھے -)

تشریق کے تینوں دن (گیارہ ، بارہ ، اور تیرہ ذوالحجہ) رمی کے دن ہیں اس کے لئے جو جلدی نہ چلا آئے اور جو جلدی آنا چاھے وہ صرف گیارہ اور بارہ کو رمی کرے گا -

فرمان باری تعالی ھے :

﴿ وَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ فِيٓ أَيَّامٍ مَّعْدُودَٰتٍ ۚ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ لِمَنِ ٱتَّقَىٰ ﴾ (البقرة ٢٠٣)

"اور اللہ تعالی کی یاد گنتی کے ان چند دنوں (ایام تشریق) میں کرو ،

دو دن کی جلدی کرنے والے پر بھی کوئی گناہ نہیں ، اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں یہ پرہیزگار کے لئے ہے ۔"

حاجی جمرہ اولی (صغری) مسجد خیف کے قریب ترین جمرہ سے شروع کرے گا اس کو سات کنکریاں مارے گا پھر درمیانی جمرے کو سات کنکریاں مارے گا پھر جمرۂ عقبہ کو سات کنکریاں مارے گا اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہے گا ۔ مسنون ہے کہ جمرہ اولی کے بعد قبلہ رخ کھڑا ہو اس طرح کہ جمرہ دائیں جانب رہے اور خوب لمبی دعا کرے ، پھر دوسرے جمرے کے بعد بھی اسی طرح قبلہ رو کھڑا ہو اس طرح کہ جمرہ اس کے دائیں رہے اور خوب لمبی دعا کرے ، البتہ جمرۂ عقبہ کے بعد نہ رکے ۔

رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ

عنہما کی حدیث میں ہے فرمایا کہ :"ہم وقت شروع ہونے کا انتظار کرتے ، جب سورج ڈھل جاتا تو رمی کرتے"

(اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے-)

علماء کا اجماع ہے کہ رمی کا آخری وقت تیرہ ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے تک ہے ، جس نے تیرہ کا سورج ڈوبنے تک رمی نہ کی وہ اس کے بعد رمی نہیں کرے گا بلکہ دم دے گا - حاجی تشریق (گیارہ اور بارہ) کی راتیں منی میں گزارے گا ، اگر منی سے نکلنے سے پہلے بارہ کا سورج ڈوب جائے تو منی میں رک کر رات گزارنا اور تیرہ کو رمی کرنا ضروری ہو گیا -

جب حاجی مکہ سے نکلنا چاہے تو طواف وداع کے بغیر نہ نکلے اس لئے کہ اکثر علماء کے نزدیک وہ حج کے واجبات میں سے ہے ، صرف

حائضہ عورت کےلئے معاف ہے ، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا:

" کوئی شخص روانہ نہ ہو یہاں تک کہ وہ آخر میں کعبۃ اللہ کا طواف نہ کرلے" ایک اور روایت میں ہے کہ :" حائضہ عورت کو طواف وداع (نہ کرنے) کی چھوٹ دی گئی ہے "

(اس کو امام مالک نےروایت کیا ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے ۔)

اکثر علماء کے نزدیک اگر طواف زیارت کو واپسی کے سفر تک مؤخر کر رکھا ہے تو وہ طواف وداع کے بھی قائم مقام ہو جائے گا ۔

حج سے لوٹنے والے کےلئے مستحب ہے کہ یہ کہے جس کو امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ و سلم جب کسی غزوہ یا حج یا عمرہ سے لوٹتے تو ہر بلندی پر تکبیر کہتے پھر یہ کہتے :

" لا إلہ إلا اللہ وحدہ ، لا شریک لہ ، لہ الملک ، و لہ الحمد ، و ھو علی کل شيء قدیر، آیبون، تآئبون ،عابدون ، لربنا حامدون،صدق اللہ وعدہ ،ونصر عبدہ، وھزم الأحزاب وحدہ"

تنہا اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ، اس کا کوئی شریک نہیں، ان ہی کے لئے ساری بادشاہت ھے ، اور وہی ساری تعریفوں کے حقدار ہیں ، اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں ، ھم لوٹنے والے ، توبہ کرنے والے ، عبادت گزار ، اور اپنے پروردگار کے ثنا خوان ہیں ، اللہ تعالی نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا ، اپنے بندہ کی مدد فرمائی ، اور تنہا سارے گروھوں کو شکست دی "۔

و صلی اللہ و سلم علی نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ أجمعین سبحان

ربك رب العزة عما

یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین

فہرست

أركان الإسلام
باللغة الأردية

ارکان اسلام
مترجم: الطاف احمد مالانی

أركان الإسلام
باللغة الأردية
المترجم: ألطاف أحمد مالاني